ماھنامہ
انصار اللہ
ربوہ

تبلیغ ۱۳۶۲ہش
فروری ۱۹۸۳ء



حضرت مصلح موعود جنہیں خداوند نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا

ملک

پاک
ام
جن
دیگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

مجلسِ انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

- جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ ہجری
- تبلیغ ۱۳۶۲ ہش
- فروری ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت، مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ
ماہنامہ "انصاراللہ"

پاکستان		پندرہ روپے سالانہ
امریکہ۔کینیڈا جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک	۱۵۰/- روپے سالانہ
	بحری ڈاک	۸۰/- روپے سالانہ
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک	۱۰۰/- روپے سالانہ
	بحری ڈاک	۶۰/- روپے سالانہ

فہرست مضامین

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- سیّد عبدالحی

مطبع :- ضیاءالاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصاراللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت :- محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ —— ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

جلد ۲۴ ماہنامہ اَنْصَارُاللّٰہ ربوہ شمارہ ۲

تبلیغ ۱۳۶۲ہش

ستانوے سال قبل

آج سے ستانوے سال قبل ۱۸۸۶ء میں اسلام کی سربلندی کا ثبوت دُنیا کو ملا۔ قبولیّتِ دعا کا عظیم نشان ظاہر ہُوا۔ چالیس دن تک خدا کے ایک برگزیدہ نے اسلام کی سربلندی کے لئے ہوشیارپور کی سرزمین میں دعا کی۔ ایک بالاخانہ میں دُنیا سے منقطع ہوکر اپنے پروردگار سے اِلتجا کی۔ خدا نے اپنے بندے کی تضرّعات کو سُنا۔ اعلان ہُوا :۔

"خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اس کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیّت جگہ دی" (سبز اشتہار)

اِس نشان کی تفصیل یہ ہے فرمایا :۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل ہوگا۔"

اور اس لڑکے کے اَوصاف یہ بیان ہوئے :۔

- وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔
- وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔
- وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔
- وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا۔
- دل کا حلیم اور علومِ ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔
- جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔
- نُور آتا ہے نُور۔
- جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔

- خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔
- وہ جلد جلد بڑھے گا۔
- اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔
- زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔
- قومیں اِس سے برکت پائیں گی۔

اللہ کی تقدیر اور دی ہوئی خبر کے مطابق یہ بچّہ ۱۸۸۹ء یعنی قیامِ جماعت کے سال پیدا ہُوا۔ گویا وہ اور جماعت توام تھے۔ پچّیس سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی رداء سے آپ کو نوازا۔ اِس سے پہلے اپنی علمی قابلیت اور سلسلہ سے محبّت کی وجہ سے وہ ممتاز ہو چکے تھے۔ انصاراللہ کے نام سے تبلیغ کے لئے تنظیم آپ نے قائم کی۔ تشحیذ الاذہان رسالہ جاری فرمایا کئی پُرمغز اور اہم مضامین پر آپ نے لیکچر دئیے۔ قریباً نصف صدی تک جماعت کی زمامِ قیادت آپ کے ہاتھ میں رہی اور احمدیّت کی تاریخ گواہ ہے الہام میں جو علامات اور اَوصاف آپ کی بیان کی گئیں وہ سب منصّۂ شہود پر آئیں۔ ہماری آنکھوں نے دیکھا، دلوں نے محسوس کیا کہ اُن کا زمانہ جماعت کے لئے برکت پر برکت لایا۔ زمین کے کناروں تک احمدیت آپ کے زمانہ میں پہنچی۔ اُس زکی غلام کی تصانیف، تقاریر، علمی اور عملی کارنامے رہتی دُنیا تک یاد رہیں گے۔ ان کی کتب کے تراجم دُنیا کی مختلف زبانوں میں ہوئے۔ آپ کی تفسیر اور ترجمہ سے اپنوں اور بیگانوں نے یکساں فائدہ اُٹھایا۔ ان کی فرمودہ ہر تحریک پر جماعت نے والہانہ لبّیک کہا۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو خزانہ میں چند ٹکے تھے لیکن جب آپ اِس دُنیا سے عالمِ جاودانی کی طرف رخصت ہوئے جماعت کا قدم ہر جہت سے بلند مینار پر پڑ چکا تھا۔

آپ خدا کا فضل تھے۔ اپنے ساتھ اُس کا فضل لائے۔ وہ صاحبِ شکوہ وعظمت تھے اُن کے عظمت کے ترانے رہتی دُنیا تک گائے جائیں گے۔ اُنہوں نے اِس طرح دلوں پر حکومت کی کہ اُن کے ایک اشارہ پر نوجوانوں نے زندگیاں نچھاور کر دیں۔ انہوں نے مخلصین کو دُنیا میں پھیل جانے کے لئے کہا تو نوجوان یہ صَدا سُنکر گھروں سے نکل گئے اُسی کا نتیجہ ہے کہ آج چاردانگِ عالَم میں احمدیت کی صدا بلند ہو رہی ہے۔

خدا کے مسیح نے دعا کی تھی ؎

دے اس کو عمر و دولت

تاریخ کی ورق گردانی کر لیجئے کتنے خلفاء گزرے ہیں جنہیں نصف صدی تک منصبِ خلافت عطا ہُوا ہو۔

آپ کا وجود سلسلہ کے لئے فضل و رحمت تھا خدا کی ہستی کا ایک ثبوت تھا اور اِس امر کا بھی کہ خدا اپنے بندوں کی تضرّعات کو سُنتا ہے اور انہیں بپایۂ قبولیت جگہ دیتا ہے۔ پس ذکّرھم بایّام الله کے تحت اس دن اور زمانے کا ذکر کرتے رہیئے تا آپ خدا کے شکر گذار بندوں میں شمار ہو سکیں۔

محبوب ترین متاع

احمدیت ہماری محبوب متاع ہے اِس لئے کہ اِس نے ہمیں خدا کی راہ دکھائی۔ اِس نے ہمیں ذوقِ عبادت اور تَر آنکھ عطا کی۔ اس کی بدولت ہمیں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا ہوُا جو مدارِ نجات ہے۔ اِس کے ذریعہ ہمیں خلافت کی نعمت عطا ہوئی۔ اِس نے ہمیں خدمتِ دین کا نیا جذبہ عطا کیا۔ اِس نے ہمیں اُخروی زندگی سے آگاہی بخشی۔ اِس نے ہمیں زندہ خدا، زندہ رسولؐ، زندہ مذہب کے مفہوم سے آشنا کیا۔ اِس نے مقصودِ زندگی کی نشاندہی کی۔ اِس نے ہمیں اصولِ زندگی سکھائے۔ قربانی کی راہ دکھائی۔ تزکیۂ نفوس کے گُر بتلائے۔ قیل وقال کی بجائے عمل پر زور دینے کے لئے کہا۔ ہمیں علم وعمل کا ماٹو دیا۔ خدا کی حقیقی توحید، خاتم النبیّینؐ کی فیض رساں زندگی کا علم دیا۔ قربانی کا جذبہ عطا فرمایا۔ کیا کیا ذوق، آگہی اور معرفت عطا کی حضرت مصلح موعود نے ایک بار فرمایا تھا

"ہمیشہ اِس بات پر غور کرتے رہو کہ احمدیت کے نُور سے ہم نے کیا فائدہ اُٹھایا"

غور کیجئے ہم نے اِس نور سے کتنی اور کیسی روشنی حاصل کی۔ کیا ہمارے دل و دماغ کے گوشے اِس آسمانی نور سے منوّر ہوگئے۔ فکر کیجئے کہاں کہاں پردے حائل ہیں جو روشنی کو آگے نہیں جانے دیتے۔

اور پھر اِس محبوب ترین متاع کی حفاظت کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں۔ اِس کو اولاد کے سینوں میں منتقل کرنے کی ہمیں کِس قدر فکر ہے۔ اِس آسمانی دُودھ کو ہم کس طرح اور کن برتنوں میں محفوظ کر رہے ہیں۔ اِس محبوب ترین متاع کی حفاظت کیجئے۔ اِس کے حُسن وجمال کو قائم رکھیں۔ اِسے تر و تازگی بخشئے۔ اِس کِشت کی عبادت، تقویٰ، ایمان اور اعمالِ صالحہ کے پانی سے آبیاری کیجئے۔ خدا کرے نخلِ احمدیت ہمیشہ سرسبز وشاداب اور ثمرآور رہے۔ اِس کے تازہ پھل ہمیشہ عالَم کے کام و دہن کو لذّت بخشتے رہیں۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوّت شود پیدا

تابناک ماضی — روشن مستقبل

زمانہ کو تین اَدوار میں تقسیم کیا جاتا ہے ماضی، حال اور مستقبل۔ وہ قوم اور جماعت خوش نصیب ہے جس کا ماضی بھی تابناک ہو اور مستقبل بھی درخشاں۔ اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ حال اور مستقبل کی تعمیر ماضی میں ہی کی جاتی ہے۔ آنے والی نسل کی راہنمائی ماضی کی روایات اور کارناموں سے ہوتی ہے۔ سلف کی قربانیاں، ایثار اور فدائیت اُن کے شوق وعمل کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی ونفوس العالمین کی یہ حدیث اِس حقیقت کی غمّاز ہے۔ اصحابی کالنّجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں جن کی پیروی کروگے رہنمائی حاصل

کروگے۔ روشنی کے یہ مینار ہیں جن سے آنے والی نسلیں راہ متعیّن کرتی ہیں۔ یہ نشان اور ستارے ہیں جو شب کے مسافر کو راہ دکھاتے ہیں۔ فرمایا عَلٰمٰتٍؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (النحل : ۱۷)

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ مامورِ زمانہ کے انفاسِ قدسیہ، صُحبت اور تربیت کے نتیجہ میں فدائیت، ایثار اور قربانی کے وہ مظاہر ظہور میں آئے جو ہماری آنے والی نسل کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔ جب ہم ماضی کے جھروکوں میں جھانکتے ہیں تو ہمیں احمدیت کے سپوتوں کے ایسے کارنامے نظر آتے ہیں جو ہمارے روشن مستقبل کے ضامن ہیں جنہیں دیکھ کر ہماری آنے والی نسل اپنے سر کو بلند اور ایمان میں قوت محسوس کرے گی۔ ہماری تابندہ روایات ہمارے مستقبل کو روشنی بخشتی رہیں گی۔ ہمارے نوجوان بزرگوں کی قربانی سے قوّتِ عمل پاتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آج سے کوئی اَسٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کابل کے بازاروں میں سپاہی ایک نوجوان کو پھرا رہے تھے۔ اس کی عمر بیس پچیس سال، سُرخ و سفید رنگ، میانہ قد، خوبصورت چہرہ، سڈول جسم، کشادہ پیشانی، بادام نما آنکھیں، باریک لب، ابریشم کی طرح نرم بال، سبزہ خط ابھی ظاہر ہوا تھا، ہاتھوں میں ہتھکڑی۔ سپاہی اعلان کر رہے تھے اِسے فلاں جگہ سنگسار کیا جائے گا لوگ جوق در جوق آئیں لیکن وہ نوجوان مُسکرا رہا تھا گویا اس کی موت کا فتویٰ نہیں بلکہ عزّت افزائی کی خبر سُنائی جارہی ہے۔ اِس نوجوان کا نام نعمت اللہ تھا اور یہ پنج شیر کا رہنے والا تھا۔

نوجوان کو مقررہ جگہ پر لایا گیا تو حضرت خبیبؓ بن عدی کی طرح اس نے کہا میری آخری خواہش یہ ہے کہ مجھے اپنے رب کی عبادت کا موقع دیا جائے اور جب وہ دو رکعت نماز سے فارغ ہوا تو اُس نے کہا اب مَیں تیار ہوں جو چاہو سو کرو (الفضل ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء) اڑھائی فٹ گہرا گڑھا کھود کر اُسے کمر تک گاڑ کر سنگسار کر دیا گیا۔

جب موت اُس کے سامنے رقص کر رہی تھی اُسے کہا گیا تم اپنے عقائد سے دستکش ہو جاؤ۔ اُس نے جواب دیا "جس چیز کو مَیں حق جانتا ہوں اس کو زندگی کی خاطر چھوڑ نہیں سکتا۔"

پشاور سے جب نعمت اللہ صاحب کابل کو روانہ ہوئے تو قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد نے اُن کو ثبات سے کہا اگر آپ کو کوئی اِبتلاء یا امتحان پیش آیا تو کیا آپ مصائب و شدائد اور دار و گیر برداشت کر سکیں گے۔ نعمت اللہ صاحب نے یہ سُنا تو آبدیدہ ہو کر کہا انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے مَیں اس وقت کیا لاف و گزاف کر سکتا ہوں۔

جب اُنہیں یہ یقین ہو گیا کہ اب اُن کے امتحان کا وقت آگیا تو اُس خوش خصال نوجوان نے جیل سے ایک خط بھجوایا جس کا چربہ الفضل ۱۱ستمبر ۱۹۲۴ء میں موجود ہے۔ خط فارسی میں تھا اُس کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

"مَیں تیس۳۰ دن سے قید خانہ میں قید ہوں۔ دروازے اور روشندان سب بند ہوتے ہیں صرف ایک تختہ کُھلا ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ مجھے کلام کرنے کی اجازت نہیں ہے جب کبھی قضاء حاجت یا وضو کے لئے باہر جاتا ہوں پہرہ دار میرے ساتھ جاتا ہے۔ جب سے کہ مَیں قید خانہ میں آیا ہوں آج کے دن تک یکے بعد دیگرے چوتھی

کوٹھڑی میں تبدیل کیا گیا ہے۔ ہر چند کہ وہ تاریک ہے مگر جتنا زیادہ اندھیرا ہوتا ہے خدا تعالیٰ اتنی ہی زیادہ دلی روشنی اور اطمینانِ خاطر عطا فرماتا ہے۔ میرے پاس خرچ کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں بلکہ پچاس روپیہ قرض دینا ہے۔ بذریعہ تار یا خط میرے احمدی بھائیوں کو میرے حال سے اطلاع دے دیں تاکہ وہ دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ مجھے دینِ متین کی خدمت میں کامیاب کرے۔ مَیں ہر وقت قید خانہ میں خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ الٰہی اپنے نالائق بندہ کو دین کی خدمت میں کامیاب کر۔ مَیں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے قید خانہ سے رہائی بخش یا قتل ہونے سے نجات دے بلکہ مَیں عرض کرتا ہوں کہ الٰہی اِس بندۂ نالائق کے وجود کا ذرّہ ذرّہ اسلام پر قربان کر۔ پس اگر قضاءِ الٰہی میں خاکسار کی موت مقدّر ہے تو عرض ہے کہ براہِ کرم و مہربانی حقیر خادم نابکار کا کتبہ اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمرہ میں مقبرہ بہشتی میں لگا دیا جائے اور میرے احمدی بھائی آگاہ رہیں اور اِس خاکسار کی موت سے نہ ڈریں۔ اِس وقت آزادی کی نسبت قید خانہ میں ہزارہا درجہ زیادہ لذّت حاصل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ سے اُمّید رکھتا ہوں کہ موت سے مجھے کروڑہا درجہ زیادہ لذّت حاصل ہوگی۔"

(الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۴ء)

آخر وہ دن آگیا جب نعمت اللہ نے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ وہ قربانی کا ایسا بلند مینار تعمیر کر گئے جو ہمیشہ مستقبل کو روشن رکھے گا۔

قربانی کی اِس مشعل نے قلوب کو جِلا دی اور اِس شمع کو روشن تر کرنے کے لئے مخلصین نے اِس راہ کو تابندہ تر رکھنے کے لئے اپنے نام پیش کئے۔ چھیالیس مخلصین کی فہرست الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں درج ہے جس میں سرِفہرست نام چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا ہے۔ اِن ناموں میں حضرت مولانا سرور شاہ صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب، مولانا غلام احمد صاحب بدوملہی، حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب، حضرت مولانا راجیکی صاحب، نیک محمد خاں صاحب کے بھی نام ہیں۔

اِس موقع پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے جو خط حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا اُس کا ایک ایک لفظ آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ اور قابلِ تقلید ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے مترشّح ہے کہ اصل اور حقیقی زندگی اُخروی زندگی ہے اور دین کو دُنیا پر مقدّم کرنے کے عہد کا مفہوم کیا ہے۔ مبارک اور خوش بخت ہے وہ فرد جس کی زندگی راہِ حق میں کام آجائے۔

محترم چوہدری صاحب لکھتے ہیں:۔

سیّدنا و امامنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میری زندگی آج تک ایسی گذری ہے کہ سوائے اندوہ و ندامت کے اَور کچھ حاصل نہیں۔ مَیں اکثر غور کرتا ہوں کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ سوائے روزی کمانے کے کسی اَور کام کی فرصت نہیں اور دُنیا کے

دھندوں میں پھنسا ہؤا انسان طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا رہے۔

آج جو ایک خوش قسمت کے محبوبِ حقیقی کے ساتھ وصال کی خبر آئی تو جہاں دل میں ایک شدید درد پیدا ہؤا وہاں یہ بھی تحریک ہوئی کہ تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ اپنی ناکارہ زندگی کو کسی کام میں لاؤ اور اپنے تئیں افغانستان کی سرزمین میں حق کی خدمت کے لئے پیش کرو۔ پھر مَیں اچانک رُکا کہ کیا میرے نفس کی خواہش نمائشی تو نہیں کہ اِس یقین پر کہ مجھے نہیں بھیجا جائے گا اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ اور مَیں نے اپنے ذہن میں ان مصائب اور مشکلات کا اندازہ کیا جو اس رستہ میں پیش آئیں گی اور اپنے تئیں سمجھایا کہ فوری شہادت ایک ایسی سعادت ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور کیا تم محض اِس لئے اپنے تئیں پیش کرتے ہو کہ جاتے ہی شہادت کا درجہ حاصل کرو اور دُنیا کے افکار سے نجات حاصل کرو۔ تمہارے اندر یہ ہمّت ہے کہ ایک لمبا عرصہ زندہ رہ کر ہر روز اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جاؤ اور متواتر شہادت سے مُنہ نہ موڑو۔ حضورِ انور! مَیں کمزور ہوں، سُست ہوں، آرام طلب ہوں، لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے کہ مَیں نمائش کے لئے نہیں، فوری شہادت کے لئے نہیں، دُنیا کے افکار سے نجات کے لئے نہیں بلکہ گناہوں کیلئے توبہ کا موقع میسّر کرنے کے لئے، اپنی عاقبت کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول کے لئے اپنے تئیں اِس خدمت کو پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھ جیسے نابکار، گناہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ مَیں اپنی زندگی کے بقیّہ ایّام اس کے رضاء کے حصول میں صَرف کر دوں تو اِس سے بڑھ کر مَیں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلبگار نہیں۔

حضور! مَیں مضمون نویس نہیں اور حضور کی بارگاہ میں تو نہ زبان یاری دیتی ہے نہ قلم جیسے کہ کسی نے کہا ہے ؎

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

اِس لئے اِسی پر بس کرتا ہوں کہ مَیں جس وقت حضور حکم فرماویں افغانستان کے لئے روانہ ہونے کو تیار ہوں اور فقط حضور کی دعاؤں اور اللہ کی رضا کا طلبگار ہوں۔

والسّلام
حضور کا ادنیٰ ترین غلام
ظفر اللہ خان

(الفضل ۸ر نومبر ۱۹۲۴ء)

خط کا پھر مطالعہ کیجئے۔ بار بار پڑھئے۔ انکساری، جاں سپاری، بے لَوث قربانی، اور چوہدری صاحب کے دینی فکر اور کردار

سے حظ اُٹھائیے۔

یہ تو محترم چوہدری صاحب کے جذبات و افکار تھے کشتیٔ احمدیت کے نگہبان حضرت مصلح موعود نے اِس موقع پر اپنے جذبات کا اظہار یُوں فرمایا:۔

افسوس کہ میری ذمہ داریاں مجھے اجازت نہیں دیتیں اور نہ میری کوئی بالغ اولاد ہی ہے کہ وہ میری دِلی تڑپ کو پُورا کرے۔ اِس لئے مَیں خونِ دل پی کر خاموش ہوں۔ اور چونکہ کسی کو دل کھول کر دکھایا نہیں جا سکتا اِس لئے اپنی حالت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا ورنہ ؎

خدا شاہد ہے اس کی راہ میں مرنے کی خواہش میں
میرا ہر ذرّۂ تن جُھک رہا ہے اِلتجاء ہوکر

(الفضل ۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء)

راہِ حق میں جاں نثار کرنے والے کو کیا پرواہ کہ اس کی جاں نثاری کا نتیجہ کیا ہوگا وہ تو اپنے فرض کو پورا کرتا ہے لیکن وہ ایسا بلند مینار تعمیر کر جاتا ہے جو اِس منزل کے راہی کی راہنمائی کرتا رہتا ہے اور آنے والے اِس سبق کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ عمارت جو نعمت اللہ نے تعمیر کی اُس کی نقاب کشائی کے کتبہ کے لئے معمارِ قوم نے یہ تجویز کیا۔ فرمایا:۔

میری رائے ہے کہ جس قدر سلسلہ کے شہید ہوں ان کے نام کتبہ پر لکھوائے جائیں اور اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کی طرف لگوایا جائے تاکہ وہ ہر ایک کی دعا میں شامل ہوتے رہیں اور ہر ایک کی نظر انکے ناموں پر پڑتی رہے۔ فی الحال اِس کتبہ پر مولوی شہزادہ عبد اللطیف اور مولوی نعمت اللہ کا نام ہو۔ اگر آئندہ کِسی کو یہ مقامِ عالی عطا ہو تو اس کا نام بھی اس کتبہ پر لکھا جائے۔

(الفضل ۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء)

حضرت اقدس نے ہم سے عہد لیا ہے کہ دین کو مقدم رکھوں گا اور یہی مقصودِ زندگی ہے۔ اُخروی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ مقصودِ زندگی خدا کی رضا اور اس کے سامنے سرخروئی ہے۔ اور یہ مقصود تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب مادی زندگی اُخروی زندگی پر قربان ہو یا تخلیق کا مقصد آنکھوں سے اوجھل نہ ہو کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ خدا کا عبد بننا کوئی معمولی بات نہیں اور جنہوں نے اِس مقصد کو حاصل کیا وہی ہیں روشنی کے مینار جن کی روشنی زمانوں کو تابندگی اور روشنی بخشتی ہے۔ مبارک ہیں وہ وجود جو اپنی موت سے قوم اور مقصد کو حیات بخشتے ہیں۔

اسلامی آداب

سورۃ النور کی روشنی میں!

تقریر مکرم مولانا محمد اعظم صاحب اکسیر مربی انچارج ضلع گوجرانوالہ بر موقع شبینہ اجلاس جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء

اِنَّمَا قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا. وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے ✽ اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
ملتی ہے بادشاہی اس دیں سے آسمانی ✽ اے طالبانِ دولت ظلِّ ہما یہی ہے

_______ ۱۹۷۵ء کے جلسہ سالانہ پر امامِ وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ایک عظیم جہاد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں اس وقت عظیم عملی اور تربیتی جہاد کا اعلان کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کو فوری طور پہ اسلامی اخلاق و آداب مدوّن کرنے کے لئے ایسے علماء مقرر کرنے چاہئیں جو اس بارہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے سارے ارشادات کو اکٹھا کریں۔ پھر انہیں جماعت کے مردوں، عورتوں، بچّوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کے سامنے ایسے طور پر پیش کریں کہ وہ ان سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس کے لئے ابھی سے تیار ہو جائیں اور اپنی کمریں کس لیں۔ ہمیں پہلے اپنی فکر کرنی چاہیئے پھر اپنی عورتوں اور آئندہ نسلوں کی فکر کرنی چاہیئے۔ خدا کرے کہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو ایسے طور پر ڈھال لیں کہ ان میں اسلامی آداب و اخلاق کا نمونہ نظر آئے"

آداب ادب کی جمع ہے۔ ادب اور خُلق میں بہت قریبی تعلّق ہے اسی لئے اکثر اوقات آداب و اخلاق مترادف استعمال ہوتے ہیں۔ دراصل بیرونی خُلق یا بقائے نفس کے لئے ضروری اعمال میں خُوبی اور حُسن پیدا کرنا اور اسے زیادہ مفید و مؤثر بنانا ادب ہے،

جبکہ اندرونی جذبات اور استعدادوں کے ظہور و بروز کے لئے ہونے والے اعمال اخلاق کہلاتے ہیں۔ آداب دراصل وہ باتیں، ہدایات یا امور ہیں جن سے ایک انسان معاشرہ میں زیادہ مہذب، شائستہ اور باوقار ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی آداب کی تفصیل نہایت دل کش، حسین اور بے مثال ہے۔

اسلام نے باپ بیٹے، میاں بیوی، بھائی بہن، آقا و خادم، مالک و ملازم، بائع و مشتری، مسلم و غیر مسلم، استاد و شاگرد، دوست و دشمن، مرشد و مرید، حاکم و رعایا کے علاوہ عام واقف کاروں، رشتہ داروں، یتیموں، فقیروں، مسافروں وغیرہ میں ایک دوسرے کے لئے ملحوظ رکھنے کے لائق جو آداب و اخلاق بیان کئے ہیں۔ ان کی کسی مذہب، نظریہ یا معاشرہ میں مثال نہیں ملتی۔ اسلام نے انسانوں کے باہمی آداب کے علاوہ جمادات، نباتات، حیوانات اور دیگر اسباب و ذرائع کے متعلق بھی پوری تفصیل سے آداب بیان کئے ہیں۔ چنانچہ ان میں ملاقات، گفتگو، مجالس، مساجد، لباس، سفر، لین دین، اکل و شرب، تجارت، حصولِ علم اور کائنات میں پھیلی ہوئی تمام اشیاء پر غور و فکر کے متعلق آداب شامل ہیں۔

اسلامی آداب کا بہترین نمونہ نبیوں کے سرتاج، حبیبِ خدا، امام الاصفیاء، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے ایک مومن انسان کے لئے آداب و اخلاق کی جو جامع تفصیل پیش فرمائی اس کا یہ پہلو ہی کتنا دلکش ہے کہ آپؐ نے انسانی زندگی اور ضروریات کے ہر پہلو، ہر موڑ کو مدّنظر رکھتے ہوئے آداب سکھائے۔ صبح اٹھو تو یہ دُعا کرو، پاؤں جوتے میں ڈالنے لگو تو تسلی کر لو کہ جُوتا صاف اور بے ضرر ہے۔ پھر پاؤں ڈالو تو پہلے دایاں فلاں دُعا کے ساتھ۔ ضروری حاجات کے ہر مرحلہ کی دُعا سکھائی۔ وضو کرنے کی دُعا۔ گھر سے نکلنے، مسجد جانے اور داخل ہونے کی دُعا۔ مسجد سے نکلنے اور گھر پہنچنے کی دُعا۔ سب سے ملنے کی دُعا۔ کام پر جاتے وقت کی دُعا۔ مجلس میں بیٹھو تو فلاں اذکار۔ دن بھر کے ہر لمحہ پر محیط دعاؤں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ حتیٰ کہ سونے کے آداب سکھائے کہ اس طرح فلاں دُعا کرتے ہوئے فلاں پہلو پر لیٹے سو جاؤ۔ غرض صبح بیداری سے رات سونے تک کے ہر پل۔ ہر موڑ کی دُعا سکھائی۔ ان تمام دُعاؤں میں اسلامی آداب کا جو بے مثال خزانہ مخفی ہے۔ اس کا ہم سب تصوّر کر سکتے ہیں۔

اسلامی آداب کی اہمیّت کیا ہے؟ کسی نے کیا خوب خلاصہ بیان کیا ہے! "با ادب بانصیب۔ بے ادب بے نصیب"

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ایک عربی شعر ہے۔ ؎

لَیْسَ الْیَتِیْمُ الَّذِیْ قَدْ مَاتَ وَالِدُہٗ ٭ بَلِ الْیَتِیْمُ یَتِیْمُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ

کہ یتیم وہ نہیں جس کا والد گزر گیا۔ حقیقت میں یتیم وہ ہے جو علم و ادب سے محروم ہو۔

علم و ادب کے مخزن و معدن قرآن کریم کا ہر حصّہ ایک معجزہ اور بے شمار کمالات سے معمور خزانہ ہے۔ سُورۃ النّور اس لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتی ہے کہ اسے خدائے عرش نے خود متعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے اِس سُورت کو خود نازل کیا ہے۔ اس

پر عمل کرنا فرض قرار دیا ہے اور اس میں روشن احکام مذکور ہیں۔ درحقیقت اسلامی آداب بیان کرنے میں سورۃ النور بلاشک وشبہ قلب وروح کو ایک نور بخشتی ہے۔ اس سورت کا آغاز زنا کی سزا تفصیلاً بیان کرنے سے کیا گیا ہے جو دراصل اُن آداب کی طرف اشارہ ہے جن کا ملحوظ رکھنا نسلِ انسانی کی بقاء اور حفاظت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ نسلِ انسانی محفوظ ہوگی تو اخلاق آداب پرورش پائیں گے ؛

خدائے عرش نے کمالِ حکمت سے ۹ رکوع اور ۶۵ آیات کی اس پیاری سورۃ میں فرد اور قوم کی اصلاح وترقی کے آداب بیان کئے ہیں۔ بدکاری اور اس کی شہرت اخلاق کو بگاڑتی ہے اور قومی وفردی زندگی کو برباد کر ڈالتی ہے۔ کسی بھی معاشرہ کا اہم ترین حصّہ مرد وعورت یا میاں بیوی کا جوڑا ہے۔ ان میں خرابی آئندہ نسل کی خرابی اور ان کی اصلاح آئندہ نسلوں کی اصلاح ہے۔

سورۃ النور میں معاشرہ کی اس بنیاد میں کسی طرح کی دراڑ آنے کی پیش بندی کے آداب بیان کئے گئے ہیں پھر اس کی وسعت کو مدِنظر رکھتے ہوئے معاشرہ میں پیدا ہونے والے ممکن خطرات کو روکنے کے لئے ہدایات ہیں کہ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؛

خلاصہ آداب

- الزام تراشی نہ کرو۔ غلط فہمی پیدا ہو جائے تو اوّل مومنانہ حُسنِ ظنّی سے کام لو ورنہ قَسم سے باہمی تصفیہ کرو۔
- جس چیز کو روکنا ہے اس کے اتہام کو روکو۔ بُرائی کا آغاز اتنا بھیانک نہیں ہوتا جتنا اس کے اثرات خطرناک ہوتے ہیں۔
- غلط، غیر ذمہ دارانہ الزام تراشی کی سخت سزا بیان کر کے حکم دیا کہ اس سلسلہ میں نرمی ہرگز رَوا نہیں۔
- اکثر معاشرتی خرابیوں اور باہمی ناچاقیوں کی بنیاد بدظنّی ہے اس لئے بغیر اجازت کسی کے ہاں جانے سے روک دیا۔
- بغیر دعوت کسی کے ہاں کھانے پر جانا ممنوع قرار دیا۔
- کسی کے ہاں جاؤ تو السّلام علیکم کہو۔ یہ ایک دُعا بھی ہے اور جاسوسی وغیرہ کے متعلق کئی طرح کے شبہات سے محفوظ رہنے کا عمدہ طریق بھی۔
- ایک دوسرے کے ہاں کھانا معاشرتی زندگی کا اہم پہلو ہے۔ اس لئے تفصیل سے بتایا کہ فلاں فلاں رشتہ دار یا واقف کار کے ہاں جانے میں ممانعت نہیں۔
- سلام کا جواب نہ ملے یا واپس ہو جانے کا کہا جائے تو خواہ مخواہ ملاقات کے لئے اصرار نہ کرو اور واپس ہو جاؤ۔ واپس ہو جانا تمہارے لئے تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے۔

ایک صحابی بڑی حسرت سے فرمایا کرتے کہ کاش کسی دروازہ سے تو آواز آئے کہ واپس چلے جاؤ اور میں مُڑ آؤں تا اس تعلیم پر عمل ہو سکے۔ آج بعض دوست ایسے جواب پر بُرا منانے کی سوچنے لگتے ہیں!

- بہت ساری خرابیاں مرد و عورت کے آزادانہ ملنے سے رونما ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور تفصیلی آداب سکھائے کہ:
  - آمنا سامنا ہو جائے تو دونوں غضِّ بصر سے کام لیں۔
  - ان راستوں کی حفاظت کریں جہاں سے بدی انسانی قلب میں داخل ہو سکتی ہے۔
- عورتوں کو پردہ کے احکام دیئے۔ ہر پہلو سے اس کے آداب بتائے کہ پردہ عورت کو گھر میں نظر بند کرنے کے لئے نہیں بلکہ معاشرہ میں اس کا مقام بلند کرنے کے لئے ہے۔
  - رشتوں کے نام لے کر خداوند کریم نے گنوا دیئے کہ ان سے پردہ کی ضرورت نہیں۔
- بیوگان، غلاموں، لونڈیوں، ملازمین اور دوسرے زیر اثر کام کرنے والوں کی شادی کرنے پر زور دیا کیونکہ قومی زندگی میں بے شمار خرابیوں سے محفوظ رہنے اور اصلاح و ترقی کی خاطر ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ اس طرح بہت سی بداخلاقیوں سے مُسلم معاشرہ کو بچا لیا۔
- آرام کے وقتوں میں زیادہ محتاط رہنے کے آداب سکھائے کہ فجر سے پہلے۔ بعد دوپہر آرام کے وقت اور بعد عشاء بچے اور کام کرنے والے بھی کمروں میں نہ آئیں۔
  - بچے جوان ہو جائیں تو ان پر بھی بڑوں والے احکام ہوں گے۔

عائلی زندگی کے سلسلہ میں تفصیلی آداب بتا کر ان کی اہمیّت واضح کی اور پھر بیان کیا کہ قومی زندگی اس سے زیادہ اہم ہے اس لئے قومی خدمات کے سلسلہ میں کوئی میٹنگ ہو۔ دفتر ہو۔ ڈیوٹی ہو تو افسر یا ناظم کی اجازت کے بغیر اپنی جگہ چھوڑنا گناہ قرار دیا۔ آج کی دُنیا نے اس تعلیم کو اپنا کر ایسے ایسے قوانین کی اسمبلیوں۔ پارلیمنٹوں کے اجلاسوں میں پابندی کروائی جاتی ہے کہ بغیر اجازت کوئی نہ جائے۔

سورۃ النّور نے عام قومی زندگی پر ایک دینی قومی زندگی کو مقدم قرار دیا ہے۔ سورۃ النّور کی روشنی میں ایک دینی قومی زندگی نظامِ نبوّت و خلافت کی صورت میں قائم ہوا کرتی ہے جس میں اطاعت کا مرکز امام وقت ہوتا ہے۔ اس لئے رسول کی اطاعت سورۃ النّور کی روشنی میں اسلامی آداب کی جان ہے۔ حکم دیا گیا ہے کہ رسول کی آواز کو عام آدمی جیسی آواز مت سمجھو ع گفتہ اُو گفتہ اللہ بود — اس لئے جو رسول کی مجلس سے بغیر اجازت اُٹھ کر جائے گا وہ خدا کا نافرمان کہلائے گا جسے دُنیا اور آخرت میں عذاب ہو گا۔

سُورۃ النُّور میں اسلامی آداب کی ایک خاص تدریج بیان ہوئی ہے۔ مَرد و عورت کی زندگی سے شروع کر کے ایک گھریلو زندگی کا تصوّر اُبھارا۔ پھر عائلی زندگی پر قومی زندگی کو ترجیح دی۔ آخر میں ایک دینی قومی زندگی یا نظامِ نبوّت و خلافت کا نقشہ پیش کر کے اطاعتِ رسول میں کامیابیوں، کامرانیوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ گویا سورۃ النُّور میں مذکور اسلامی آداب ایک فرد کو اخلاقی طور پر اتنا عروج بخشتے ہیں کہ انسان ایک روحانی زندگی کا وارث بنتا ہے۔

حضرت اقدس فرماتے ہیں :۔

"مَیں جب خدا کے پاک کلام پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیونکر اس نے اپنی تعلیموں میں انسان کو اس کی طبعی حالتوں کی اصلاح کے قواعد عطا فرما کر پھر آہستہ آہستہ اُوپر کی طرف کھینچا ہے اور اعلیٰ درجے کی رُوحانی حالت تک پہنچانا چاہا ہے تو مجھے یہ پُر معرفت قاعدہ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ اوّل خدا نے یہ چاہا ہے کہ انسان کو نشست و برخواست اور کھانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسامِ معاشرت کے طریق سکھلا کر اس کو وحشیانہ طریقوں سے نجات دیوے اور حیوانات کی مشابہت سے تمیزِ کلّی بخش کر ایک ادنیٰ درجہ کی اخلاقی حالت جس کو ادب اور شائستگی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں سکھاوے۔ پھر انسان کی نیچرل عادات کو جن کو دوسرے لفظوں میں اخلاقِ رذیلہ کہہ سکتے ہیں۔ اعتدال پر لاوے تاوہ اعتدال پا کر اخلاقِ فاضلہ کے رنگ میں آجائیں مگر یہ دونوں طریقے دراصل ایک ہی ہیں کیونکہ طبعی حالتوں کی اصلاح کے متعلق ہیں۔ صرف ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ کے فرق نے ان کو دو قسم بنا دیا ہے اور اس حکیمِ مطلق نے اخلاق کے نظام کو ایسے طور سے پیش کیا ہے کہ جس سے انسان ادنیٰ خُلق سے اعلیٰ خُلق تک ترقی کر سکے اور پھر تیسرا مرحلہ ترقیات کا یہ رکھا ہے کہ انسان اپنے خالقِ حقیقی کی محبّت اور رضا میں محو ہو جائے اور سب وجود اس کا خدا کے لئے ہو جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کو یاد دلانے کے لئے مسلمانوں کے دین کا نام اسلام رکھا کیونکہ اسلام اس بات کو کہتے ہیں کہ کُلّی خُدا کے لئے ہو جانا اور اپنا کچھ باقی نہ رکھنا۔"

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ٭ ترکِ رضائے خویش پئے مرضئِ خُدا

سُورۃ النُّور کا ایک خاص پس منظر

سورۃ النُّور کا ایک خاص پس منظر ہے۔ مدینہ کے دو مشہور یہودی قبائل اوس اور خزرج باہمی جنگوں سے اُکتا گئے اور سمجھنے لگے کہ اس طرح ہم ایک دوسرے کے ہاتھوں کٹ مریں گے۔ بہتر ہے کہ ہم صُلح کر کے ایک مشترکہ بادشاہ چُن لیں۔ اس طرح اپنی طاقت کو یکجا

کر کے ہم مضبوط رنگ میں قائم رہیں گے۔ مختصراً واقعہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول، جو بعد میں رئیس المنافقین مشہور ہوا، اس کو بادشاہ بنانے کی تجویز بروئے عمل آنے لگی اور تاج تیار کروانے کو کہہ دیا گیا۔ اسی دوران بعض لوگ مکّہ گئے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ پر بیعت کر کے لوٹے۔ ان کی تحریک و تبلیغ سے اور لوگ بھی اسلام میں داخل ہونے لگے۔ انہی ایّام میں اہلِ مکّہ کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو اہلِ مدینہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدینہ تشریف آوری پر لوگ تیزی سے آپؐ کی بیعت کرنے لگے!!

عبد اللہ بن اُبیّ بن سلول نے دیکھا کہ لوگوں کو دو جہانوں کا سردارؐ مل گیا ہے اب میں باہر رہا تو لوگوں سے کٹ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر اُس نے بھی بیعت کر لی۔ اس نے اپنی بادشاہت کا تصوّر قائم کر لیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے بعد منصب اُسے پھر مل جائے گا۔ لیکن خدا کی تقدیر کسی کو وہ عہدہ نہیں دیا کرتی جس کی اُسے خواہش ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی توجہ اور تاثیرِ قدسی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خدا کے فضلوں سے ایک خاص مقام ملتا چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت صدیقؓ کو ترجیح دیتے اور نمازوں کے لئے اپنی غیر موجودگی میں امامت کا ارشاد فرماتے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک دن فرمایا کہ مَیں نے چاہا کہ ابو بکرؓ کی خلافت کا کہہ دُوں۔ پھر رُک گیا کیونکہ خدا لوگوں کو ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کے ہاتھ پر جمع نہیں کرے گا!

یہ صورتِ احوال دیکھ کر عبد اللہ بن اُبیّ بن سلُول نے منصوبہ بنایا کہ جس طرح بھی ممکن ہو ابو بکرؓ صدیق کو بدنام کیا جائے۔ یہی صورت ہے کہ لوگ اُن سے بدظن ہو کر میری طرف مائل ہونے لگیں اور مجھے اپنا بادشاہ بنا لیں۔ وہ موقعہ کی تلاش میں رہا۔ حتّٰی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے ہار گُم ہونے کے سبب قافلہ سے بچھڑ جانے کا واقعہ پیش آ گیا۔ رئیس المنافقین نے موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر الزام تراشی شروع کر دی کہ نعوذ باللہ حضرت عائشہؓ ایک غیر مرد سے ملنے کی خاطر عمداً قافلہ سے پیچھے رہ گئیں۔ اُس بدبخت نے کچھ ساتھیوں کو مِلا کر اتنا پراپیگنڈہ کیا کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر مند ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے باتیں سُنیں تو بیمار پڑ گئیں۔ اپنے والدین کے گھر اظہار کیا تو اتنا کہ اگر مَیں تردید کر دوں تو مانے گا کون؟ اگر پراپیگنڈہ کو درست مان لُوں تو یہ صریح جھوٹ! ۔ آپ دُعاؤں میں لگ گئیں کہ خود عالم الغیب خدائے عرش ہی براءت کا سامان کرے۔ آخر کار خدائے عرش نے براءت کر دی:

إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ۔ (النّور)

کہ الزام سازی کا جھُوٹا پراپیگنڈہ کرنے والا ایک حقیر گروہ ہے جو اپنے کئے کی سزا بھُگتے گا۔ لیکن اے مومنو! تم اس پراپیگنڈہ سے کسی بُرے نتیجہ کا گمان مت کرو بلکہ تمہارے لئے اس میں خیر کا پہلُو اُبھرے گا!

اس پس منظر کے ساتھ سورۃ النّور نازل ہوئی جس کے پہلے چار رکوعات میں بظاہر الزام تراشی کرنے والوں کا حال بیان ہے۔

اور اس سلسلہ میں بدیوں اور بدنتائج سے محفوظ رہنے کے تفصیلی آداب بتائے ہیں۔ باقی مضمون خلافت کے منکرین کے احوال پر مشتمل ہے اور نورِ الٰہی یا الہامِ خداوندی پر مبنی ایک پاک دلکش اسلامی دینی و رُوحانی تمدن و معاشرہ کا تصوّر دیا ہے جو نظامِ نبوّت و خلافت کی صورت میں قائم ہوتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ الزام تراشی، جھوٹا پراپیگنڈہ کرنے والوں اور منکرینِ خلافت کا ذکر کرکے دونوں کے لئے فرمایا فاولئٰک ھم الفاسقون۔ دونوں کی ایک ہی کیفیت بیان کرکے اشارہ کیا گیا ہے کہ افراد کے خلاف بدظنّیاں اور الزام تراشیاں انجامکار انسان کو خدائے عرش کے قائم کردہ نظامِ نبوّت و خلافت کے خلاف بدظنّیاں اور الزام تراشیاں کرنے کی طرف لانے کا موجب بنتی ہیں۔
اس پس منظر کے ساتھ دیکھا جائے تو سورۃ النّور کا مضمون ایک نہایت مربوط مضمون ہے جو اسلامی آداب کا نہایت دلربا خلاصہ ہے کہ بدی اور اس کے موجبات سے بچو۔ اس بچاؤ کے لئے نظامِ آسمانی یا امامِ وقت کی اطاعت اصل طریقِ فلاح و کامرانی ہے۔

نظامِ نبوّت و خلافت، نُورِ الٰہی یا الہامِ خداوندی پر مبنی ایک رُوحانی دینی نظام ہوتا ہے اسی لئے نورِ الٰہی کی طرح اس کو بھی نقصان پہنچانا کسی فاسق کے بس میں نہیں ہُوا کرتا۔ جس طرح دُنیا کی کوئی آندھی اور طُوفان نورِ الٰہی کو نہیں بُجھا سکتا۔ اسی طرح منافقوں اور فاسقوں کے کسی منصوبہ اور سازش سے نظامِ نبوّت و خلافت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ؎

تیرے مکروں سے اَے جاہل مرا نقصان نہیں ہرگز ؛ کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ـــــــــ خدا آسمانوں اور زمین کا نُور ہے جس کا ظہور نبوّت و خلافت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ نبوّت ایک چمنی ہے جو نُورِ الٰہی کو آندھیوں سے محفوظ رکھتی ہے اور خلافت ایک ریفلیکٹر ہے جو اُس نُور کو دُور تک پھیلا دیتا ہے۔

اسلامی آداب و اخلاق نے صفحۂ ہستی پر اَنمٹ نقوش ثبت کئے ہیں۔ ان کے طفیل صدیوں کے مُردے زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے سنور گئے۔ اللہ۔ اللہ۔ کیا پاک انقلاب تھا جو برپا ہوگیا۔ جس سے مَردوں اور عورتوں نے یکساں فیض پایا۔ ذرا تصوّر تو کریں۔

- پہلے اور بعد والے عمرؓ کا؟
- ہندہؔ کا! جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبا ڈالا مگر بعد میں ایک فدائی مومنہ کی صُورت میں ڈھل گئیں۔ ایک جنگ میں بھاگتے مَردوں کو معمولی ڈنڈوں سے جس طرح ہندہ نے روکا۔ اسے ابوسفیانؔ نے خوب بیان کیا کہ لوگو! عورتوں کے سونٹے عیسائیوں کی تلواروں سے زیادہ خطرناک ہیں!
- حضرت عمروؓ بن عاص ـــــــ قبولِ اسلام سے پہلے نفرت کے سبب آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے چہرۂ مبارک کی طرف کبھی نہ دیکھا۔ اسلام میں آکر شرم و ندامت کے سبب چہرۂ انوار پہ نگاہ نہ ڈال سکے!!

- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلامی آداب کے طفیل جس طرح پاک تاثیرات حاصل کیں۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ اُن آداب و اخلاق کے مجسّم عملی نمونہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے خلفاءِ راشدین کے ذریعہ ہی ممکن ہُوا ہے۔ اسی لئے وہ اپنی جانوں کو ہتھیلی پر لئے امامِ وقت کے لئے تن من دھن فدا کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے۔
- ایک شب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے باہر ہتھیاروں کی جھنکار محسوس کی۔ پتہ کیا تو مسلمان انصاری لیڈر حضرت سعدؓ اپنے مسلّح ساتھیوں سمیت موجود تھے جنہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ وہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے لئے آئے ہیں!
- صحابہ کو اس قدر فکر ہوتا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کسی کام کے سبب مجلس سے گئے اور دیر ہوگئی تو صحابہؓ بے قرار ہو کر ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔ علم ہُوا کہ حضورؐ ایک باغ میں ہیں۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ بے تابی کے سبب راستہ ہی نہ ملتا تھا۔ آخر وہ پانی نکلنے کے رستے سے باغ میں داخل ہو کر اپنے آقاؐ کے قدموں میں جا پہنچے۔
- جنگِ حنین میں حضرت عباسؓ کی پکار پر صحابہؓ اپنے اونٹوں کی گردنیں کاٹتے ہوئے اپنے آقاؐ کے گرد جمع ہوتے چلے گئے!
- اُحد کے میدان میں صحابہ کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت میں اپنے جسموں پر ہزاروں تیر کھا کے دیوار بنے رہے!
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے لئے آپؐ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑنے کا عہد کرتے ہوئے اعلان کرتے رہے کہ دشمن ہمیں لاشوں میں تبدیل کئے بغیر آپؐ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا!
- بزرگ انصاری خاتونؓ اپنے خاوند اور جگر گوشوں کے متعلق شہید ہونے کی خبریں سُن کر بھی بے قرار رہی کہ اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت چاہیئے اور جب آپؐ کے محفوظ رہنے کا سُنا تو پاؤں پر بے اختیار اچھلی اور اس کے مُنہ سے نکلا ؎ كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ ـــ یارسولؐ اللہ! آپ محفوظ ہیں تو مجھے ہر مصیبت گوارا ہے!

ہمارا عہد

شمع خلافت کے پروانو! آج بھی ضرورت ہے صحابہ جیسے ایمان و عملِ صالح کی۔ سورۃ النّور میں خلافت کے آداب میں یہی ایمانِ حقیقی اور عملِ صالح شرط کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ آئیں عہد کریں کہ ہم نعمتِ خداوندی یا نظامِ خلافت کی حفاظت و بقاء کے لئے سورۃ النّور میں مذکور آداب کے مطابق خلافت کے خلاف کسی طرح کی بات نہ سُنیں گے۔ کسی کی سازش اور منصوبہ سے متأثر نہ ہوں گے۔ اپنی ساری توانائیاں، مقاصدِ خلافت اور اس کی تحریکات کی تکمیل میں صرف کر ڈالیں گے! بلاشُبہ خلافت خُدا کی تقدیر ہے۔ خلافت الٰہی نُور کا اظہار ہے۔ خلافت اسلامی آداب کا عملی نمونہ ہے۔ خلافت دلوں کی تازگی اور رُوحوں کی آبیاری ہے۔ اگر ہم آدابِ خلافت میں صادق ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ صادق رہیں گے تو خدا کی قسم خلافت کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز دبتی رہے گی۔ ہر سازش ناکام ہوتی رہے گی۔ ہر منصوبہ اکارت جائے گا۔ بُری نگاہ والی آنکھ سے بینائی چھن جائے گی۔ ناپاک دل عنبی کر دیا جائے گا اور خلافت کا پرچم پُوری

(باقی ص۳۱ پر)

انبیاءِ بنی اسرائیل اور حج کعبۃ اللہ

جدّہ سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مکتوب

مکرم محترم جناب شیخ عبدالقادر صاحب نے یہ مقالہ جامعہ احمدیہ ربوہ کے اجلاس عام میں پڑھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جدّہ : ۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ الموافق ۲۴ر مارچ ۱۹۶۷ء

محترم شیخ عبدالقادر صاحب ! حفظہ اللہ - اٰمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' :

الحمد للہ کہ یہ عاجز اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے حج کی توفیق پاسکا۔ آپ کے لئے، عزیزہ کے لئے اور اس کی والدہ کے لئے متواتر دُعا کی توفیق ملتی رہی۔ اور آپ تینوں کی طرف سے فرداً فرداً نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم پر درود بھی بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے شرفِ قبولیّت بخشے۔ آمین۔

مندرجہ ذیل اُمور کی تشریح جہاں تک آپ کے امکان میں ہو۔ جلد از جلد تیار کر کے خاکسار کو اس پتے پر ارسال فرماویں۔ نہایت ممنون ہوں گا۔

ZAFRULLA KHAN

INTERNATIONAL COURT OF JUSTIC,

PEACE PALACE, THE HAGUE HOLLAND.

۱۔ خانہ کعبہ کی سب سے پہلی تعمیر کب ہوئی۔ کس نے کی ؟

۲۔ حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں خانۂ کعبہ کی کیا حالت تھی ؟ آپ نے اور حضرت اسماعیلؑ نے کب اسے دوبارہ تعمیر کیا ؟ اس کے بعد خانۂ کعبہ کی مختصر تاریخ۔

۳۔ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا واقعہ کیا کنعان میں پیش آیا۔ یا عرب میں۔ یا کہاں ؟

۴۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوڑا۔ تو اسماعیلؑ کی عمر کیا تھی؟

۵۔ زمزم کی مختصر تاریخ ۔کب جاری ہوا۔ کب بند ہوا۔ پھر کب جاری ہوا۔ کب سے متواتر جاری ہے؟

۶۔ حج کا حکم سب سے اوّل کب ہوا؟ ۔ اس کے بعد کیا حج متواتر جاری رہا یا درمیان میں سلسلہ ٹوٹتا رہا۔ اس کی مختصر تاریخ ۔

۷۔ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے حج کرنے کا کیا امکان تھا؟

۸۔ کیا یہود میں حج جاری رہا؟ اگر جاری رہا تو کیوں اور کب بند ہوا؟ ۔

۹۔ منیٰ میں تینوں جمروں پر رمی کیوں کی جاتی ہے؟ کیا شیطان نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ کی جسمانی قربانی سے روکنا چاہا تھا۔ یا اس کے ذریعہ سے یعنی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ جانے سے روکنے کی کوشش کی؟

۱۰۔ دیگر امور متعلقہ تعمیر کعبہ۔ زمزم ۔ رمیٰ وغیرہ۔

انگریزی حوالہ جات کو اصل انگریزی میں ہی نقل کریں۔ حوالہ پورا دیں۔ یعنی صفحہ اور نام کتاب۔ نام مصنّف اور نام ناشر۔ ایڈریس وغیرہ۔ کسی حوالہ کو اردو میں ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

اگر پسند فرماویں۔ تو جس سوال کے متعلق چاہیں مکرمی جناب نورالحق صاحب سے بھی مشورہ فرمالیں۔ لیکن اس وجہ سے نوٹ بھیجنے میں زیادہ تاخیر نہ ہونے دیں۔ جزاکم اللہ۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین ۔ والسّلام ۔ خاکسار

ظفراللہ خان

مکتوب کا جواب

آج سے پندرہ۱۵ سال پہلے کا یہ مکتوب ہے ۔

حضرت چوہدری صاحب کے استفسار کا مکمل جواب ایک مقالہ کی صورت میں بھجوا دیا گیا تھا۔ ایک سوال کا جواب اس علمی نشست میں پیشِ خدمت ہے۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ

خلیل اللہ کو اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ کا حکم ہوا۔ اس کے جواب میں انبیاءِ بنی اسرائیل نے حج کیوں نہیں کیا۔ اُن کے صحائف میں حج بیت اللہ کا ذکر ہم نہیں پاتے۔ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے حج کا کیا ثبوت ہے؟ اس کے جواب

میں یہ عرض کیا گیا۔ کہ عبرانی تورات میں حج کا ذکر ہے۔ لیکن اس کو مُشتبہ کر دیا گیا۔ مثلاً یہ حوالہ ہے

حضرت موسیٰ علیہ السّلام فرعون کے دربار میں کھڑے ہیں۔

"مُوسیٰ نے کہا۔ کہ ہم اپنے جوانوں اور اپنے بوڑھوں اور اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں اور اپنے گلوں اور اپنے جانوروں سمیت جائیں گے۔ کیونکہ ہمیں خداوند کا حج کرنا ہے۔" (خروج ۱۰/۹)

پھر یہ حوالہ ملاحظہ ہو :-

"خداوند اسرائیل کا خدا یُوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دو تاکہ وہ بیابان میں میرے لئے حج کریں۔" (خروج ۵/۱)

ان دو حوالوں میں تورات کے عبرانی متن میں حج کا لفظ بعینہٖ موجود ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ FEAST یا FESTIVAL کر دیا جاتا ہے۔ اُردو میں عید ——

اَب ترجمہ میں اصلاح کا خیال پیدا ہُوا۔ چنانچہ امریکہ میں یہودیوں کی شائع کردہ تورات میں خروج (۵/۱) میں حج کا ترجمہ FESTIVAL ہے لیکن خروج ۱۰/۹ میں "حج یہواہ" کا ترجمہ LORD'S PILGRIMAGE کیا گیا۔ یعنی "خدائے یہواہ کا حج"۔ یہ تورات ۱۹۶۲ء میں

THE JEWISH PUBLICATION SOCIETY OF AMERICA PHILADELPHIA.

نے شائع کی۔ اس کا نام ہے

THE TORAH, THE FIVE BOOKS OF MOSES

۱۹۷۰ء میں "نیو انگلش بائیبل" اشاعت پذیر ہوئی اس میں LORD'S PILGRIM - FEAST ترجمہ ہے یعنی "خدا تعالیٰ کے حج کا تہوار"

پیکس بائیبل کومنٹری کے جدید ایڈیشن (۱۹۶۳ء) میں خروج ۵/۱ کے نیچے وضاحت ہے کہ

"تورات میں حج کا لفظ ہے اس سے مُراد بعینہٖ اسی طرح کا کوئی حج ہے جیسے مکّہ معظمہ میں ہوتا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ مکّہ کا حج کیوں مراد نہیں؟ یہ بات علماء اہلِ کتاب کے لئے ایک چیلنج ہے اور سربستہ راز۔

فرمودۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

صادق و مصدوق سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس راز کو کشفی نظر میں بے نقاب دیکھا۔ آپؐ نے بتایا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام وادی بکّہ میں حج کعبۃ اللہ کے لئے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ستّر ہزار بنی اسرائیل تھے۔

اسلامی لٹریچر میں قرون اُولیٰ کا ایک مجموعۂ احادیث " اخبارِ مکہ " ہے۔ یہ کتاب تیسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی۔ اس میں کعبۃ اللہ اور مکہ معظمہ کے بارہ میں احادیث کو یکجا کر دیا گیا۔ یہ گلدستۂ حدیث و روایات ہے۔ اس کا پورا نام درج ذیل ہے۔

كِتَابُ اخبَارِ مَكّه شَرَّفهَا اللهُ تعالىٰ وَمَا جَاءَ فِيهَا مِنَ الآثَارِ

تالیف: ابی الولیدِ محمّد بنِ عبدِ اللهِ بنِ احمدَ الازرقی روایتہُ ابی محمّدٍ اسحاقَ بنِ احمدَ بنِ اسحاق ابنِ نافعِ الخُزاعِیّ

(مکتبہ خیّاط شارع بلیس ۔ بیروت ۔ لبنان)

اخبار مکہ میں " حج الانبیاء " کے تحت انبیاء بنی اسرائیل کے حج کا ذکر موجود ہے۔

"۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے کشفی رنگ میں "مناظرِ حج " دیکھے۔ بعض احادیث درج ذیل ہیں۔

"۔ مجاہدؒ سے روایت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے سُرخ اُونٹ پر سوار ہو کر حج کا سفر کیا۔ آپ پر ریشمی دو عباء تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر صَفا اور مَروہ کے درمیان سعی کی۔ اسی حالت میں جبکہ تلبیہ کے الفاظ زبان پر تھے۔ انہوں نے آسمان سے ایک آواز سُنی (اَللّٰھُمّ لبّیک کے جواب میں)۔" میرے بندے میں بھی موجود ہوں اور میں تیرے ساتھ ہوں۔" تو موسیٰ علیہ السّلام سجدے میں گر پڑے۔" (اخبار مکہ صـ۳۵)

دُوسری حدیث:۔

" عثمان فرماتے ہیں۔ مجھے صادق نے سُنایا کہ انہیں روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ فجّ الروحاء یا فرمایا اس وادی مکہ میں سے ستر نبی گزرے ہیں..... وہ مختلف الفاظ میں لبّیک کہتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت یونس بن متی بھی تھے۔ چنانچہ یونس علیہ السلام کہتے تھے — میں حاضر ہوں۔ اے گھبراہٹ کے دُور کرنے والے میں حاضر ہوں

اَور مُوسیٰ علیہ السّلام کہتے تھے۔ مَیں حاضر ہوں۔ تیرا بندہ ہوں۔ تیرے پاس ہوں۔ اَور مَیں حاضر ہوں۔ اُور عیسیٰؑ کہتے تھے۔ مَیں حاضر ہوں۔ تیرا بندہ ہوں۔ تیری بندی کا بیٹا۔ جو تیرے دو نو، بندوں کی بیٹی تھی۔ مَیں حاضر ہوں۔" (اخبار مکہ صـ۳۸ ـ ۳۹)

اَب آیئے۔ ایک دوسرے مأخذ کی طرف ـــــ طبرانی کی روایت ہے کہ

"۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ اس وادی الروحاء میں مجھ سے پہلے ستّر انبیاء نے نماز پڑھی۔ اور اور مُوسیٰ یہاں سے گذرے۔ وہ دو چادروں میں تھے۔ ناقہ، ورتفاء پر سوار تھے۔ ستّر ہزار بنی اسرائیل کے ہمراہ انہوں نے اس بیت العتیق کا حج کیا۔" (رواہ طبرانی تاریخ الوفا جلد ۲ صـ۱۶۷)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے :۔

"حواریوں نے حج بیت اللہ کیا جونہی وہ ارضِ حرم میں داخل ہوئے تو تعظیماً وہ پا پیادہ چلنے لگے"۔
(اخبار مکّہ ص۳۶۶)

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں زیر لفظ حج لکھا ہے :۔

" حضرت ابوموسیٰؓ اشعری سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا حج ستّر انبیاء نے کیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم وادیٔ عُسفان سے گزر رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی وہ کیفیّت دکھائی ہے۔ جو وہ اونٹنیوں پر سوار اس بیابان سے گزر کر بیت اللہ کا حج کرنے جا رہے تھے"۔ (احمد۔ مسند)

ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک جگہ پر فرمایا :۔

" ـــــ مجھے اللہ تعالیٰ نے یونس کے حج کی کیفیّت دکھائی ہے۔ آپ ایک اُونٹ پر سوار ہیں اور موٹی اُون کا ایک کمبل لپیٹ رکھا ہے"۔ (ابن ماجہ)

اسی طرح آپؐ نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ کہ وادیٔ عُسفان سے گذر کر بیت اللہ کا حج کرتے جارہے ہیں۔ لیکن یہ سب حضورؐ کے کشفی نظّارے تھے۔ اِن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیت اللہ سے روحانی وابستگی تاریخ کا ایک قدیم واقعہ ہے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر لفظ "حج")۔

تورات اَور حج

یہ عجیب بات ہے۔ ایک طرف تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے حج کا ذکر ہے۔ دوسری طرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے مکاشفات میں یہ ذکر ہے۔

تورات کے بیان کو بگاڑا گیا۔ کہ یہ حج تین دن کی مسافت والا ہے ـــــ آج ثابت ہو رہا ہے۔ کہ یہ تحریف ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ :۔

"حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کو لے کر شاہراہِ حج کے ذریعہ حجاز میں داخل ہوئے تھے"۔

پیکس بائیبل کومنٹری میں ہے :۔

"تورات میں حج کا ذکر ہے۔ اس کا ترجمہ FEAST کیا جاتا ہے۔ دراصل اس لفظ کے معنے کسی زیارت گاہ کے حج کے ہیں۔ جس کے ساتھ کسی FEAST کا اہتمام ہو۔ یہ وہی لفظ ہے۔ جو عَربی میں ہمیں ملتا ہے۔ اس کا مفہوم بھی وہی ہے۔ یعنی شعائر اللہ کا حج ـــ عربی میں مکّہ معظّمہ کے مناسک کے لئے حج کا لفظ ہے۔ عبرانی تورات

میں حج سے بعض شعائر اللہ کا حج مراد ہے محض FEAST مراد نہیں"۔ (پیکس بائیبل کومنٹری (۱۹۶۳) ۱۸۱۹)
علماءِ بائیبل کو کون سمجھائے۔ کہ تورات میں "حج یہواہ" کا ذکر ہے۔ اس سے مراد کعبۃ اللہ کا حج ہی ہے۔ اُس زمانہ میں اور کوئی جگہ حج کے لئے نہیں تھی۔ ہیکل بھی نہیں تھا۔ اور نہ بیابان میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے مخصوص کوئی جگہ تھی۔ صرف اور صرف ارضِ حجاز میں کعبۃ اللہ حج کے لئے مخصوص تھا۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کے مکاشفات نے بھی بتا دیا۔ کہ وہ جگہ جہاں کلیم اللہ اور بنی اسرائیل آئے۔ وادئ بطحاء میں ہے۔

پس تورات میں مِدبر (بیابان عرب) میں جاکر حج کرنے کا ذکر ہے۔ جسے خدا تعالیٰ کا حج کہا گیا۔ جہاں قربانیاں ہوتی ہیں۔ اس سے مراد مکّہ معظّمہ میں اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کا حج ہے۔ یہی "حج یہواہ" ہے۔ جو بعد ازاں خیمۂ اجتماع میں بدل گیا۔ جس سے کلیم اللہ اور ان کی اُمّت وابستہ تھی۔ یہود نے تورات میں تغیّر و تبدّل کرکے اس حج پر اخفا کا پردہ ڈال دیا تھا۔ ختمی مآب صلے اللہ علیہ وسلّم کی کشفی نگاہ نے انبیاء بنی اسرائیل کی تلبیہ (روحانی بازگشت) کو سُنا اور ان کے حج کا اعلان کر دیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ تورات میں آلِ ابراہیم کے حج کا بھی ذکر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا نام ہی حاجی تھا۔ اس سے حاجیوں کا گروہ نکلا۔

"اور بنی جد اپنے گھرانوں کے موافق یہ تھے ...... حاجی جس سے حاجیوں کا گھرانہ نکلا"۔

(گنتی ۲۶/۱۵ اردو بائیبل مرزاپور ۱۸۷۰ء)

قابلِ غور امر یہ ہے کہ حاجیوں کے زمانہ میں خیمۂ اجتماع نہیں تھا۔ ہیکل نہیں تھا۔ بیت اللہ کی طرز پر بنی اسرائیل کا کوئی معبد نہیں تھا۔ سوائے کعبۃ اللہ کے حج کے اور کوئی حج نہیں تھا۔ حاجیوں کا گھرانا اذّن فی النّاس بالحجّ کی تعمیل کا روشن ثبوت ہے۔

گُمشدہ صداقت

رہ گیا یہ سوال کہ حج فراموش کیوں ہوگیا؟ اس کا جواب علماءِ اہلِ کتاب کی ایک قدیم روایت میں موجود ہے۔ جو سیرت ابنِ ہشام میں لکھا ہوا موجود ہے۔ دوسری صدی قبل مسیح کے علماء یہود کا قول ہے:۔

"انہوں نے کہا۔ اس میں تو شک نہیں کہ بیت اللہ ہمارے جدِّ اعلیٰ ابراہیم کا بنایا ہوا ہے۔ اور اس کی عزّت و حرمت واجب ہے۔ مگر اس وقت وہاں کے لوگوں نے بُت پرستی شروع کر دی ہے اور خانہ کعبہ کے اندر بُت رکھ دیئے ہیں اور ان پر قربانیاں چڑھاتے ہیں۔ اس لئے ہم اس مشرکانہ حالت میں ان کی شراکت سے معذور ہیں"۔

(سیرت ابن ہشام مؤلفہ علامہ ابومحمد عبدالمالک بن محمد بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ باب اوّل)

ظاہر ہے کہ کعبۃ اللہ کو جب بُت کدہ بنا دیا گیا تو بموجب حکم تورات کہ کسی بُت کدہ میں نہیں جانا۔ بیت اللہ کا حج بنی اسرائیل میں متروک ہوگیا۔ ویسے بھی عرب و اسرائیل آویزش مسلسل رہی وہ مانع تھی ——— راستے کا امن مفقود تھا ———

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریانِ مسیح کا حج

آخری بات قابلِ غور یہ ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات ایک انقلاب آفرین اَمر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ فرمایا :-

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی اُمت نے کعبۃ اللہ کا حج کیا۔ اسی طرح اس سلسلہ کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریانِ مسیح اَرضِ حرم میں داخل ہوئے۔ ان کی زبان پر تلبیہ و تحمید تھی۔

خدائے واحد و یگانہ کے پرستار عاشقانہ رنگ اور والہانہ انداز میں آئے۔ اگر یہ دونو باتیں بپایہ ثبوت پہنچ جائیں۔ تو نہ یہودیت باقی رہتی ہے۔ اور نہ عیسائیت۔

یہ عظیم الشان دلیل سورۂ بقرہ میں پیش کی گئی۔ کہ اَے اہلِ کتاب تمہارے آباء و اجداد تو دینِ ابراہیم پر تھے۔ اور کعبۃ اللہ کی عظمت کے قائل تھے۔ تم کدھر جا رہے ہو۔ سورہ بقرہ کے حقائق کے اظہار کا زمانہ آگیا ہے۔ آج اس طرح کے حوالے مل رہے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور ان کی اُمت نے فرعون کے دربار میں حج یہواہ پر جانے کا اعلان کیا۔ دوسری طرف نصاریٰ کے قدیم لٹریچر میں البیت العتیق کی فضیلت کا ذکر ملا ہے۔

قرنِ اوّل کی ۴۲ سریانی نظمیں ملی ہیں یہ ابتدائی نصاریٰ کا رُوحانی سرمایہ ہے۔ یہ نظمیں "غزلات سلیمان" کے نام سے اشاعت پذیر ہو چکی ہیں غزل ۴ میں ہے۔

FOR THY SANCTUARY THOU HAST DESIGNED BEFORE
THOU DIDST MAKE (OTHER) PLACES
THAT WHICH IS THE ELDER SHALL NOT BE
ALTERED BY THOSE THAT ORE YAUNGER THAN ITSELF.

(THE ODES OF SOLOMON 4 : 3 – 4)

اَے میرے خدا ! تیرا حَرَم وہ ہے جو تُو نے دوسرے شعائر سے پہلے بنایا وہ اوّل بیت ہے۔
پس جو چھوٹے ہیں وہ بڑے کی عزت نہیں پا سکتے۔ اَور بیت العتیق کے مقامِ فضیلت کو بدل نہیں پاتے۔
بعض نظموں میں حضرت مسیح علیہ السلام دُنیا سے مخاطب ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے بعض حواری صلیبی واقعہ کے بعد حج کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس کا اشارہ احادیث نبویہ میں ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسٰی حج کے لئے ارضِ حرم میں داخل ہوئے تو وہ خاص الفاظ میں تلبیہ کہتے تھے۔ اور جب حواری آئے تو وہ تعظیماً پا برہنہ چلے۔ (اخبار مکہ)

نظم ۲۲ شاید اسی واردات کی آئینہ دار ہے۔ بعض نظموں میں حضرت مسیحؑ خود مخاطب ہیں۔ فرمایا۔ لوگوں نے مجھے مُردہ سمجھ لیا حالانکہ میں زندہ تھا۔

سفرِ زندگی کا اختتام یوں ہُوا کہ مریمؑ اور ابنِ مریم ایک بلند مقام پر پہنچے۔ وہ ان کا مُستقر تھا۔ پھر یہ ذکر ہے۔ کہ ایک خدا کا گھر وہ ہے۔ جو سب سے اوّل بنایا گیا۔ کچھ شعائر بعد میں بنائے گئے۔ غلطی لوگ یہ کرتے ہیں۔ البیت العتیق کے فضائل دوسرے شعائر اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ——— حالانکہ جو اوّل ہے۔ اس کی اوّلیت چھن نہیں سکتی۔

THE LOST BOOKS OF THE BIBLE ODES OF SOLOMON

ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے حواری کعبۃ اللہ کے ارفع مقام اور آسمانی فضیلت سے بخُوبی واقف تھے۔ انجیل میں بھی ایک اشارہ ہے۔ پولوس رسول کہتا ہے :۔

کہ مَیں ایمان لانے کے بعد دمشق سے فی الفور عرب میں چلا گیا۔ اللہ تعالٰے کا مقصد یہ تھا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مجھ پر ظاہر کرے۔ (گلتیون ۱/۱۶)

آگے لکھا ہے کہ ہاجرہ عرب کا کوہِ سینا ہے۔ (۴/۲۵)

اس میں لطیف اشارہ ہے کہ واقعۂ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بلادِ حجاز میں گھوم رہے تھے حضرت ہاجرہ کے گہوارہ میں سے گذرے۔

الغرض حج کعبۃ اللہ کسرِ صلیب اور خاتمہ یہودیت کا ثبوت ہے۔

خلاصہ مضمون

آیئے۔ اَب ہم اس تحقیق کو سمیٹتے ہیں ——— فرمودۂ رسول ہے کہ حضرت مُوسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی معیّت میں حج کیا۔ تورات میں یہ ذکر موجود ہے۔ پھر فرمایا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی حج کے لئے آئے۔ اور جب حواریوں نے ارضِ حرم کا سفر کیا۔ تو وہ حدودِ حرم میں پا برہنہ چلے۔ اس کے ثبوت میں ایسینی فرقہ صوفیا کی قبریں ملی ہیں جو کہ تاریخ میں حواری بھی کہلائے وہ یہودیوں کی تدفین کے برعکس ہیں ——— سر عین کعبۃ اللہ کی جانب ہے۔ شرقاً غرباً کی بجائے شمالاً جنوباً دفن ہیں۔

پھر قرونِ اوّل کے نصارٰی کی سُریانی نظمیں ہیں۔ جن میں خدا کے گھر کی اوّلیت کا ذکر ہے۔

جو اوّل ہے۔ اس کی فضیلت اور اوّلیّت کوئی چھین نہیں سکتا ۔۔۔

یہ حوالے اس سلسلہ تحقیق کی ابتداء ہے۔ خیمۂ اجتماع اور کعبۃ اللہ میں مماثلت پر گہری تحقیق کی ضرورت ہے۔ یہ تحقیق جامعہ احمدیّہ میں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کعبۃ اللہ، اہلِ کتاب میں تبلیغ کا آسمانی حربہ ہے۔ اس میں وہ کونے کا پتّھر ہے۔ جس کے بارہ میں کہا گیا۔

"جس پتّھر کو معماروں نے ردّ کیا۔ وہی کونے کے سِرے کا پتّھر ہوگیا"۔ (متی ۲۱/۴۲)

ایک سوال کا جواب

آخر میں مجھے ایک اہم سوال کا جواب دینا ہے۔ تورات میں ایک طرف ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے حج یہواہ کی اجازت طلب کی۔ اس کے آگے ہے کہ تین دن کی مسافت پر۔ بیابان میں جاکر قربانیاں دینے کا ارادہ ہے۔ اَور ایک جگہ یہ بھی ہے کہ جہاں اوّل جلوہ خداوندی نظر آیا۔ اس پہاڑ پر دوبارہ بنی اسرائیل کو لایا جائے گا اور وہاں عبادت ہوگی۔ (خروج ۳/۱۲ ، ۳/۱۸ ، ۵/۳ ، ۸/۲۷-۲۸)

۱۔ حج سے مراد مسافت بعیدہ کا حج ہے۔

۲۔ تین دن کی مسافت پر منزل کرنے اور قربانیوں کا نام حج ہے۔

۳۔ کوہ مواب جہاں جھاڑی میں نُورِ خدا ہویدا ہُوا وہاں آکر عبادات بجالانے کا نام نام حج ہے۔

ع شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا ۔۔۔ والا معاملہ ہے۔

علماءِ تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تورات کے بین السطور میں دو تین کہانیاں ہیں۔ مسافت بعیدہ کا حج ایک مستقل روایت ہے۔ تین دن کی مسافت والی روایت اس سے مختلف روایت ہے۔ تورات کے نسخہ قدیم میں حج یہواہ کا ذکر تھا جس کے لئے مسافت بعیدہ پر جانا ضروری تھا۔ کسی بعد کے زمانہ میں۔

متن میں ایک دوسرا بیان داخل کر دیا گیا۔ کہ حج کے لئے کسی دُور دراز کے ملک میں نہیں جانا۔ بلکہ بیاباں میں تین دن کی مسافت پر جانے کا پروگرام ہے۔ (خروج ۳/۱۸ ، ۵/۳ ، ۸/۲۷)

اَب علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بیان پہلے سے مختلف ہے اور کسی دوسرے ماخذ سے لیا گیا۔ علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السّلام بنی اسرائیل کو لے کر شاہراہ حج کے ذریعہ حجاز کے شمال میں آئے ۔۔۔ کلیم اللہ نے "حج یہواہ" کہاں کیا؟ علماء کے تئیں یہ امر ایک سربستہ راز ہے۔

علماء بائیبل تین دن کی مسافت والے حوالے سے مضطرب ہیں۔ کیونکہ مصر سے نکل کر بیابان میں کوئی معبد موجود نہیں اور اور حج کے لئے اس کی شرط ہے۔ ان کی تشریحات پیکس کومنٹری کے پرانے اور جدید ایڈیشن میں ملاحظہ ہوں۔

•۔ تین دن کی مسافت پر جانے کا پروگرام نہیں تھا۔ یہ تو ایک قسم کا FEELER تھا۔
•۔ فرعون کو دھوکا دینا مطلوب تھا۔
•۔ مصر سے نکل کر تین دن کی مسافت طے کرنے کے بعد بیابان میں کوئی معبد نہیں تھا۔ لیکن حج کے لئے کسی SHRINE کی شرط ہے۔ شائد اتنے فاصلے پر کوئی معبد ہو۔
•۔ مدین میں حضرت موسیٰؑ نے جلوہ خداوندی دیکھا۔ وہاں تو نہیں جا سکتے تھے۔ شائد مصر سے نکل کر مدین کے رُخ کو سامنے رکھ کر قربانیاں دینی تھیں۔

الغرض کوئی قابلِ قبول وضاحت ممکن نہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس بیان میں دو طرح کی متخالف روائتیں یکجا کر دی گئیں۔ ایک میں مسافت بعیدہ کے بعد شعائر اللہ کے حج کا ذکر تھا۔ دوسری میں تین دن کی مسافت کے بعد — قربانی دینے کا — ان دو مختلف کہانیوں کو بعد ازاں جوڑ دیا گیا۔ جس کے باعث گنجلک پیدا ہوگئی۔

مصر سے ہر سال مکّہ معظمہ میں سامی قافلے حج کے لئے جاتے تھے۔

اس تعامل کے پیشِ نظر حضرت موسیٰؑ نے حج کی اجازت طلب کی۔ فرعون نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے بعد میں یہ روائت گھڑ لی گئی۔ کہ صرف تین دن کی مسافت پر جانا تھا — الغرض حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے حج کا ذکر عبرانی تورات میں موجود ہے۔ محرّفینِ تورات اسے چھپا نہیں سکے۔ متن کے بین السطور میں صداقت کی جھلک آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

حجِّ یہواہ اور تین دن کی مسافت والی روائیتوں میں ایک تطبیق کی صورت ہے۔ تورات میں تین دن کی مسافت پر بیابان میں قربانیاں کرنے کا ذکر ہے۔ فریضۂ حج ادا کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ مطالبے ہیں۔ اوّل حج کی اجازت چاہی گئی۔ جب فرعون نے صاف انکار کر دیا۔ تو یہ درخواست دی گئی۔ کہ اتنا تو کر لینے دیں کہ ہم بیابان میں تین دن کی مسافت پر جا کر قربانیاں کر لیں۔ خروج باب ۵ میں دو الگ الگ درخواستوں کے لئے اشارہ موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

"بعد اس کے موسیٰ و ہارون نے اندر جا کر فرعون سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے۔ تاکہ وہ بیابان میں میرے لئے حج کریں ...... فرعون نے کہا۔ میں بنی اسرائیل کو جانے نہیں دُوں گا — تب اُنہوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے۔ سو ہم تین دن کی راہ بیابان میں جائیں گے۔ اور خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں گے۔" (خروج ۵/ ۱تا۳)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ حج کی اجازت نہیں ملی۔ تب انہوں نے دوسری درخواست پیش کی کہ ہمیں مُلک سے باہر جا کر قربانی کی اجازت ہونا چاہیئے۔

پس یہ دو الگ الگ درخواستیں تھیں۔ جن کو تورات میں خلط ملط کر دیا گیا۔ اور حقیقتِ حال مشتبہ ہوگئی۔

علماء بائیبل میں سے ایک عظیم ترین عالم جیمس مفٹ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بائیبل کے مشہور انگریزی ترجمہ میں تین دن والی روایت کو تین جگہ ITALICS یعنی ٹیڑھے حروف میں طبع کروایا ہے۔ یہ اس اَمر کا اظہار ہے۔ کہ یہ روایت اصل کہانی میں اضافہ ہے۔

دیباچہ میں یہ وضاحت ہے۔ کہ بعد میں آنے والے لوگوں نے تورات میں اضافات کئے ہیں۔ جسکی وجہ سے ایک واقعہ کی مختلف فیہ کہانیاں بین السطور میں درج ہیں۔ اس صورت کے اظہار کے لئے ITALICS ٹیڑھے حروف کا سہارا لیا گیا ہے عصرِ حاضر کے نامور سکالر کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ تورات میں تین دن کی مسافت پر جانے والی روایت اصل کہانی سے مختلف اور کسی دوسرے مآخذ سے لی گئی ہے۔

جیمس مفٹ کے نزدیک تورات کے ابتدائی نسخہ میں صرف یہ درخواست درج تھی۔ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے لئے مِدبر (بیابان) میں فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے جانا ہے۔ ہمیں اجازت دیں۔ مدبر بیابانِ عرب کا نام ہے۔ یہ یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں ہے۔ مدبر عربی۔ کتباتِ قدیم میں عرب کو مدبارُو کہا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ مکّہ مکرمہ میں جاکر حج کرنے کی اجازت چاہی گئی۔ موجودہ مصر کی زبان میں کلیم اللہ فرعون کے دربار میں اپنے اور اپنی قوم کے لئے ویزا حاصل کرنے کے لئے گئے تھے۔

جیمس مفٹ کے انگریزی ترجمہ بائیبل میں ٹیڑھے حروف میں جو عبارتیں درج ہیں۔ ان میں تین دن کی مسافت پر جاکر قربانیاں کرنے کی روایت کے علاوہ جہاں جلوہ خداوندی نظر آیا تھا۔ وہاں جاکر عبادت کرنے کا حکم شامل ہے۔ (خروج $\frac{۳}{۱۸،۱۲}$، $\frac{۵}{۳}$، $\frac{۸}{۲۸-۲۷}$)

گویا حج کعبۃ اللہ کو مشتبہ کرنے کے لئے مدین میں جلوہ خداوندی کے مقام پر جانے کا حکم شامل ہوًا۔ دوسری طرف اس ذکر کا اضافہ ہوًا۔ کہ محض تین دن کی مسافت پر جانا تھا۔ ان اضافات کے بغیر تورات پڑھیئے۔ صرف مدبر میں حج کا ذکر ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ کوہِ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک خیمۂ اجتماع بنانے کا حکم ہوًا۔ یہ بیت اللہ کا نمونہ تھا؛ بعض مماثلتوں کے باعث یہ اَمر قرینِ قیاس ہے

خیمۂ اجتماع بنی اسرائیل کے اشعار میں ان کے ساتھ ساتھ رہتا۔ اس میں وہ عبادت کرتے۔ قربانیاں دیتے۔ طواف کرتے۔ (زبور $\frac{۲۶}{۲۱}$)

اس مسکن عبادت سے وابستہ تہواروں کو تورات میں حج کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایام مہاجرت میں کعبۃ اللہ کا ایک ماڈل بناکر، حج کی یاد کو زندہ رکھا گیا۔

—— یہ گویا ظلّی حج تھا ——

خیمہ اجتماع کے مناسک کا نام تورات میں حج رکھا گیا۔ اس میں ایک اشارہ ہے کہ خیمۂ اجتماع حج کعبۃ اللہ کا ایک ماڈل تھا۔

اَے فخرِ رُسل آپؐ کی سرکار بڑی ہَے

انسان کو جینے کی تمنّا تو بڑی ہے
گردن میں مگر موت کی زنجیر پڑی ہَے

گو عمُر ہے کوتاہ مگر حرص بڑی ہے
بیڑی یہ ہر انسان کے پیروں میں پڑی ہے

جھانکا جو کبھی ہم نے نہاں خانۂ دِل میں
اَرمانوں کی اک فوجِ ظفر موج کھڑی ہے

ہے محوِ خدوخال ہر اِک دیکھنے والا
آئینۂ عالم میں وہ تصویر جڑی ہے

اَب فیصلہ کرنا ہے خدا اور خودی میں
مخلوقِ خدا آج دوراہے پہ کھڑی ہے

عشّاق کریں ترکِ محبّت کا ارادہ
معلُوم نہیں کونسی اُفتاد پڑی ہے

انداز نرالا ہے اسیرانِ وفا کا
قیدِ قفس اُن کیلئے خوشیوں کی گھڑی ہے

کھینچے لئے جاتا ہے مگر جذبۂ منزل
سایہ نہیں گو راہ میں اور دُھوپ کڑی ہے

کس درجہ حسیں ہے تری یادوں کا تسلسل
گویا کہ نگاہوں میں ستاروں کی لڑی ہے

گھیرا ہے کچھ اس طرح مسائل نے بشر کو
جس سمت بھی رُخ پھیریئے دیوار کھڑی ہے

سوچیں تو کوئی حد نہیں الطاف وکرم کی
دیکھیں تو تمنّاؤں کی دُنیا بھی بڑی ہے

چاہا ہے دل وجاں سے محبوبِ خدا کو
اَے بندۂ گستاخ کدھر آنکھ لڑی ہے

خالی تو نہ جائے گا سلیم آپ کے دَر سے
اَے فخرِ رُسل آپ کی سرکار بڑی ہے

سلیم شاہجہانپوری از نوابشاہ

اپنے بزرگ والدین کی یاد میں

(محترمہ بیگم زینب حسن صاحبہ بنت حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مرحوم)

بارہ سال کے بعد گذشتہ سال میں مجھے اپنے وطن حیدر آباد دکن جانے کا موقع ملا۔ یہ سفر محترم والدین کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ کیا۔ اس لئے میرے بھائی بہنوں نے خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ کی۔

ہم تہجد کی نماز کے وقت گھر پہنچے۔ بزرگ والدین (حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ) کے سجدوں کی جگہ پر ہم نے نماز ادا کی اور شکر کے سجدے بجا لائے۔

محترم والدین کی اس مسجد میں پانچ وقت کی اذان ہوتی ہے۔ صبح قرآن کریم کا درس اور غلبۂ اسلام کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد فرمودہ پروگرام کا ورد سب مل کرتے ہیں۔ میرے بھائی یوسف احمد کو تبلیغ کا بے حد شوق ہے۔ اپنے والدین کی طرح وہ کوئی موقعہ تبلیغ کا جانے نہیں دیتے۔ خط و کتابت کے ذریعہ بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی صحت اور رزق میں برکت دے۔ تاکہ وہ اپنے بزرگ والدین کے نقشِ قدم پر چل کر دین کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے رہیں۔ آمین۔

"جوبلی ہال" جو محترم والد صاحب نے نظام دکن کی جوبلی کے موقع پر بنایا تھا۔ امتداد زمانہ سے شکستہ ہو گیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے اس کی از سرِ نو تعمیر کی گئی ہے۔ پہلے کی طرح اس کی دیواروں پر تبلیغی کلمات منقش دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ لجنہ اماء اللہ حیدر آباد کے اجلاس بھی اس جوبلی ہال میں ہوتے ہیں۔ جس میں شرکت کا مجھ کو بھی موقعہ ملا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ اس ہال کو اسی طرح کارِ خیر اور تبلیغ و ہدایت کا ذریعہ بنائے رکھے۔ اور محترم والدین کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

حیدر آباد میں میں نے کئی ایک دلچسپ تاریخی جگہوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک گول کنڈہ تھا جہاں پر میرے پیارے آقا حضرت مصلح موعود اپنے اہل و عیال کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ جس کا ذکر آپ نے اپنے سلسلۂ تقاریر بہ عنوان "سیر روحانی" میں کیا ہے۔ کتنے خوش گوار مبارک ایام تھے جب حضور تشریف لائے تھے۔ محترم والدین اور تمام جماعت کے لئے خوشی اور عید کے دن تھے۔ اس موقع پر حضور اور حضور کے اہل خانہ کے قیام کے لئے میرے چچا جان محترم نواب احمد نواز جنگ نے اپنے مکان کا بیشتر حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ الحمد للہ۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ محترم والدین کے پیدائش کی تاریخ ایک ہی تھی یعنی ۱۲ر اکتوبر اور دونوں نے عمریں بھی برابر پائی

تھیں۔ چونکہ گذشتہ سال ۱۲/ اکتوبر کو ہم حیدر آباد میں تھے شام کو ہم سب مل کر حضرت قبلہ والد صاحب کی یاد میں ذکر اور ایمان افروز واقعات بیان کرتے رہے۔ عزیزم بھائی یوسف صاحب نے ایک دن کا واقعہ بتایا کہ حضرت قبلہ والد صاحب اکیلے تھے اور مسجد میں نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔ میں اپنے کمرہ سے نماز کے لئے جانے لگا تو میں دُور سے یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مسجد میں اس قدر روشنی تھی جیسے کہ ٹیوب لائٹ کی ہوتی ہے۔ اس وقت تک مسجد میں اس قسم کی کوئی لائٹ لگی نہ تھی۔ پھر جیسے ہی انہوں نے مسجد میں قدم رکھا تو وہ تیز روشنی غائب ہوگئی۔

حیدر آباد سے واپسی پر ہم قادیان گئے۔ حضرت اقدس اور بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے ساتھ محترم والدین اور پیاری بہن ہاجرہ کے مزار پر پہلی بار جانے کا موقعہ خدا نے نصیب کیا۔ اور دُعاؤں کی توفیق ملی جس کے لئے میں اللہ تعالےٰ کی شکر گزار ہوں۔ الحمد للہ۔

محترم والد صاحب کا کاروبار احمدیت سے قبل قرض کے بار میں دبا تھا۔ دادا جان ۱۹۰۲ء میں فوت ہوگئے تو تمام بوجھ آپ پر آن پڑا۔ تین چھوٹے بھائی تھے۔ اُن کی تعلیم و تربیت کی فکر تھی۔ دین کی طرف توجہ کم تھی۔ لیکن جب نظام دکن کو تبلیغ کرنے کے لئے مرکز سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب۔ اور حضرت منشی محمد صادق صاحب تشریف لائے تو ہمارے مکان کے قریب ہوٹل میں مقیم تھے۔ ایک دن اُن کو حضرت سیٹھ صاحب کا پتہ چلا اور انہوں نے ملاقات کرکے احمدیت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی مگر والد صاحب اپنی دُنیاوی مصروفیات میں منہمک تھے۔ آخر یہ بزرگ واپس قادیان تشریف لے گئے۔ لیکن جب حضرت مصلح موعود کو علم ہوا تو آپ نے تاکید کی کہ اس شخص کو تبلیغ جاری رکھیں۔ چنانچہ علماء سلسلہ نے بذریعہ خط و کتابت سیٹھ صاحب کو تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر والد صاحب نے استخارہ کیا اور خدا سے دُعا کی کہ اللہ تعالےٰ راہنمائی فرمائے آخر وہ دن آیا کہ آپ نے احمدیت کو قبول کیا۔ الحمد للہ۔

محترمہ والدہ صاحبہ آغا خانی شیعہ خیالات کی تھیں۔ ۶ ماہ بعد جب پُوری تسلی ہوگئی تو انہوں نے بعیت کر لی الحمد للہ۔ احمدیت کے بعد خدا نے والد صاحب کے کاروبار میں بے حد برکت دی۔ جس کی وجہ سے حج ادا کرنے کی بھی توفیق ملی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ ہوائی جہاز نہ تھے۔ بلکہ اونٹوں کا سفر تھا۔ حج سے واپسی کے بعد محترم والد صاحب کا دل کاروبار میں نہ لگا۔ آپ ان کے بھائی بڑے ہوگئے تھے۔ وہ مددگار ہوگئے۔ آپ نے تمام کاروبار اُن کے سپرد کر دیا۔ اور آپ رات دن احمدیت کی تبلیغ میں اپنا سارا وقت بذریعہ تحریر و تصنیف وقف کر دیا۔ آپ کی کتابوں کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ ہر مذہب سے دلچسپی رکھنے والے کو بذریعہ کارڈ لٹریچر طلب کرنے پر بذریعہ ڈاک مفت روانہ کرتے تھے۔ غرض خدا نے اتنی دولت دی کہ خوب تبلیغ کا کام کیا۔ نہ صرف ملک میں بلکہ ملک کے باہر سے بھی خطوط کا سلسلہ جاری تھا۔ تین سو سے زائد احباب نے آپ کی تبلیغ کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ الحمد للہ۔

قبلہ والد صاحب اپنے تمام بچوں کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ نماز باجماعت، وضو اچھی طرح کیا جائے۔ قرآن شریف کی تلاوت باقاعدہ کی جائے۔ میرے ایک بھانجے عزیزم صالح محمد خدا کے فضل و کرم سے حافظ قرآن ہیں۔ اور ان کی وجہ سے مسجد میں

بڑی رونق و برکت ہے۔

میرے بھائی کافی عرصہ پڑھائی کے سلسلہ میں انگلستان رہے لیکن سگریٹ نوشی اختیار نہ کی۔ کیونکہ والدصاحب اس کو ناپسند فرماتے تھے۔

خدمتِ دین کے ساتھ ساتھ غرباء، بیوگان اور نادار اقربا کی امداد کرنا والدصاحب کا معمول تھا۔ گھر پہ بھی بے شمار محتاجوں میں اپنے ہاتھ سے نقدی تقسیم کرتے تھے۔

احمدیت سے قبل تو گھر میں پردہ نہ تھا۔ لیکن پھر اس کی بھی پابندی ہوگئی۔

سال میں ایک دفعہ میں اپنے محترم والدین کی یاد تازہ کر کے تمام احمدی بھائی بہنوں کی خدمت میں دُعا کی درخواست کیا کرتی ہوں۔ رمضان کی اکیس تاریخ آپ کی وفات کا مبارک دن تھا۔ دس رمضان المبارک کا دن میرے لختِ جگر محمد صالح کی جدائی کا دن بھی ہے۔ یا اللہ تیری بے شمار رحمتیں اور برکتیں ان پر ہوں۔ تیری رضا کی جنّت کی نعمتوں سے مالا مال ہوں۔ آمین۔

اَے اللہ محترم والدین کی شب و روز کی دُعائیں جو اسلام اور احمدیّت کے لئے۔ اور اپنی اولاد کے لئے کیں۔ وہ سب قبول فرما۔ ہم کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والی بنا اور خاتمہ بالخیر فرما۔ آمین۔

آخر میں مَیں اپنے شوہر محترم کے لئے بھی دُعا کی درخواست کرتی ہوں۔ خداوند کریم اپنی قدرت سے اُن کی آنکھوں کی بینائی بحال فرمائے اور صحت والی عمر دے۔ آمین۔

بقیہ اسلامی آداب از صـ۱۶

شان و شوکت کے ساتھ ہمیشہ لہراتا رہے گا!! خدا کرے کہ دُنیا جس طرح زبانِ قال سے آج ضرورتِ خلافت کا اظہار کر رہی ہے، دِل سے اس کی قدر کرنے لگے اور قلب و رُوح کی سچّائی سے اس کی حفاظت میں لگ جائے!

آخر میں ایک صحابیؓ کا واقعہ سُنیئے۔ جنگِ اُحد کے بعد ہر طرف شہداء اور شدید زخمی بکھرے پڑے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیؓ بن کعب کو بھیجا کہ قابلِ امداد زخمیوں کو امداد دی جائے۔ حضرت ابیؓ میدان میں گئے۔ دُور ایک ہاتھ میں جُنبش ہوئی حضرت ابیؓ دوڑ کر پہنچے۔ یہ حضرت سعد بن ربیع تھے (رضی اللہ عنہ)۔ آخری سانس لیتے ہوئے سعدؓ نے کہا کہ وقت بہت کم ہے۔ جلدی سے سُنو! اوّل جاکر میری طرف سے میرے آقاؐ کو سلام عرض کر دو۔ دوسرے میرے قبیلہ کے لوگوں کو اکٹھا کر کے پیغام دینا کہ:

ہم نے اپنے آخری سانس تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کی ہے اور اَب ہم جاتے ہیں۔ یاد رکھو اگر ہمارے بعد تم نے خدا کی اس نعمت کی حفاظت نہ کی تو برزخ میں ہماری رُوحیں تڑپتی رہیں گی!

سعدؓ بن ربیع کا یہ پیغام دراصل نظامِ نبوّت و خلافت کے زیر سایہ اسلامی آداب و اخلاق میں پرورش پانے والے ہر مخلص مومن کے لئے دائمی پیغام ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ماہنامہ "انصار اللہ" قارئین کی نظر میں

● ۔ مکرم جناب شیخ مبارک احمد صاحب امیر و مشنری انچارج انگلستان اپنے مکتوب ۲۰؍دسمبر ۱۹۸۲ء میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"ماشاء اللہ رسالہ بہت عمدہ مؤثر انداز میں مرتب ہوتا ہے اور ہر ایک مضمون اور شذرہ پڑھ کر روحانی لذت و سرور حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ترتیب دینے والوں، لکھنے والوں اور شائع کرنیوالوں کو جزائے خیر دے آمین "۔

● ۔ مکرم جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سابق مشنری انچارج سوئٹزرلینڈ اپنے مکتوب ۲۱؍اکتوبر ۱۹۸۲ء میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"خاکسار کی دانست میں اس کا معیار ماشاء اللہ بلند ہے اور بڑی مفید خدمت بجا لا رہا ہے ۔ محترم مولانا غلام باری صاحب سیف اسے بے شک کامیابی سے ایڈٹ فرما رہے ہیں ۔ ہم جو باہر ہیں ہم کو بھی اس خدمت میں حصہ لینا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق بخشے آمین "۔

جو دوست ابھی تک ماہنامہ "انصار اللہ" کے خریدار نہیں بنے ان سے درخواست ہے کہ صرف پندرہ روپے بھجوا کر سال بھر کے لئے ماہنامہ انصار اللہ ایسے بلند پایۂ رسالہ کی خریداری قبول فرمائیے ۔ صاحب قلم اصحاب سے درخواست ہے کہ اپنے قیمتی مضامین بھجوا کر قارئین کی دعاؤں کے مستحق ہوں ۔

خاکسار

مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ۔ ربوہ ۔

ایڈیٹوریل

آنکھ کے آداب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں ودیعت فرمائی ہیں یہ اُس کی امانت ہیں۔ ان کا برمحل استعمال امانت کی ادائیگی میں شمار ہوتا ہے اور غیر محل پر اس کا استعمال خیانت متصوّر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کی ودیعت کی ہوئی امانتوں کا برمحل استعمال کرو۔ خدا کی دی ہوئی قوتوں اور نعمتوں کا صحیح استعمال جہاں انسانی فرض ہے وہاں ان قوتوں کے بارہ میں اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا بھی ہے۔ اور ان امانتوں کی وجہ سے ہم خدا کے حضور مسئول بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فرمایا :-

یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (المومن آیت: ۱۹)

کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت تک کو جانتا ہے اور سینوں کے مخفی رازوں کو بھی

اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ غیر محرموں سے سامنا کرتے وقت یہ خوابیدہ رہیں۔ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

" تو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں (کہ خوابیدہ آنکھ اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے) اور ان کی پاکیزگی کا موجب۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔" (النور آیت: ۳۱ / ۳۲)

مامور زمانہ اپنے شہرہ آفاق لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں ان آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

" یعنی ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں۔ اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہیں۔ اور ایسے مواقع کو خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں ...... ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں ...... ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق یعنی احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کیلئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاکدامن رہنے کیلئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔" (صاً۳۴ تا ۳۴۳)

حدیث رسولؐ ہے کہ اس آنکھ کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی جس نے رات خدا کے لئے جاگ کر گزاری یا خدا کے خوف سے رو دی۔ (ترمذی ابواب الزہد)

اور آنکھ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کے عیوب کی تلاش میں نہ لگی رہے۔ فرمایا لَا تَجَسَّسُوْا۔ لوگوں کے عیب مت تلاش کرو۔ لوگوں کی خوبیوں پر نظر ہو اور اپنے عیوب پر تا ان کی اصلاح ہو سکے۔ آنکھ کو انسان کی محبوب ترین متاع حدیث میں کہا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ خدا کا عظیم عطیہ ہے انسان کو۔ اس کے آداب کا خیال رکھیئے۔ یہ خدا کی محبت اور خشیت میں تر ہوتی رہے۔ مامور زمانہ فرماتے ہیں :-

ہر کہ نالد بدرگہت بہ نیاز ÷ بخت گم کردہ را بیابد باز

جو تیری درگاہ میں نیاز سے رو دیا۔ اُس نے اپنا گم شدہ نصیب پھر لوٹا لیا۔

ترجمہ تقریر محترم فضل احمد صاحب نجلیر نمائندہ انصار اللہ و سیکرٹری اصلاح و ارشاد بوسٹن (امریکہ)

بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۸۲ء

۱۹۷۲ء تک میں کیتھولک چرچ کا سرگرم رکن تھا۔ میں ہائی سکول میں عیسائیت کے متعلق اسباق پڑھاتا تھا۔ اور چرچ میں پادریوں کے ساتھ عبادت کے وقت اُن کا نائب ہوتا تھا۔ پادریوں کو اکثر میں گھر پر بھی بلاتا اور ان کی خدمت کرتا تھا۔

چرچ اور پادریوں اور دوسرے عیسائیوں میں بہت زیادہ کمزوریاں پائی جاتی تھیں۔ میں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور اس کے ساتھ ہی حقوق انسانی کمیٹی میں حصہ لینا شروع کیا تو اس پر پادری میرے خلاف ہو گئے۔ اور میری فیملی اور بچے بھی ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت سے متعارف کرایا۔ مجھے علم ہوا کہ ایک احمدی دوست جیل میں قیدیوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے ملنے کی کوشش کی معلوم ہوا کہ وہ جماعت احمدیہ بوسٹن کے پریذیڈنٹ ہیں اور حضرت بلالؓ کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں ان سے ملا اور ان کی باتیں سُنیں جو مجھے بڑی بھلی معلوم ہوئیں۔ ان کا نام رقیب ولی ہے۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر بھی بلایا۔

گھر میں بڑی محبت اور پیار سے پیش آئے اور ان کا بات کرنے کا طریقہ بڑا ہی دلرُبا تھا۔ وہ مجھے نہایت درجہ مخلص اور متحمل مزاج نظر آئے اور میں اُن کی کھنچا چلا گیا۔ انہوں نے مجھے کتاب "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" مطالعہ کے لئے دی۔ میں نے جب کتاب کو پڑھا تو مزید اسلام کے متعلق معلوم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

ایک دن لنچ بریک میں میں ایک بُک شاپ کے پاس سے گزرا اور بغیر ارادہ کئے اس کے اندر چلا گیا۔ میں اس سے پہلے کبھی اس دکان میں نہیں گیا تھا۔ وہاں گیا۔ میں دیکھنے لگا۔ وہاں مجھے کتاب "لائف آف احمد" نظر آئی جو کہ میں نے اُٹھائی اور اس کی قیمت دے کر باہر آ گیا۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ اس دوران میں نے ایک خواب بھی دیکھی۔ چنانچہ میں نے احمدیت میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ سو اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ فالحمد للہ۔

گزشتہ برس امریکہ نے مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر انصار اللہ مرکزیہ کو WEL COME کہنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ربانی فرما کر ہماری اکثر مجالس کا دَورہ کیا اور انصار اللہ کی تنظیم کو مضبوط قدموں پر کھڑا کیا۔ اٹھارہ نئی مجالس قائم فرمائیں۔ انتخابات کروائے۔ اس طرح انصار اللہ کو امریکہ میں نئی سپرٹ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔

اکثر انصار بھائیوں نے سو سو ڈالر ربوہ گیسٹ ہاؤس کی تعمیر کے لئے ادا کئے۔ ٹوٹل رقم ۴۵۰۰ ڈالر بنتی ہے۔ اسی طرح خدام کی معاونت میں انصار نے مسجد اٹلی اور ساؤتھ امریکہ کے لئے بھی عطیہ جات دیئے۔

مئی میں واشنگٹن میں پہلی دفعہ انصار اللہ امریکہ کا اجتماع منعقد ہؤا۔ جس میں نارتھ ایسٹ۔ ساؤتھ ایسٹ اور گریٹ لیکس کے انصار نے شرکت کی۔ یہ اجتماع انتہائی کامیابی سے اختتام پذیر ہؤا۔ اور انصار نے ایک نئی زندگی محسوس کی۔

انصار اللہ حلقہ ساؤتھ ایسٹ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا اجتماع انہیں تاریخوں میں منعقد کریں جن میں مرکزی اجتماع ہو رہا ہے یعنی ۵ - ۶ - ۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو۔ سو اس وقت ان کا اجتماع بھی ہو رہا ہے۔ اس کی کامیابی کے لئے دُعا کریں۔

حلقہ وار اجتماع کرنے کے علاوہ انصار اللہ امریکہ نے فیصلہ کیا کہ وہ جماعت امریکہ کے سالانہ جلسہ کے ساتھ اپنا قومی اجتماع بھی منعقد کیا کریں۔

۱۹۸۲ء میں ۸ انصار اللہ کی مجالس نے سرگرمی سے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کا ۷۰ فیصد مرکزی اور مقامی چندہ کا حصہ ایک ہزار ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے۔

پہلی دفعہ انصار اللہ امریکہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکزی اجتماع ربوہ میں اپنا نمائندہ بھجوانے کی توفیق ملی ہے تا کہ دُنیا کی دوسری مجالس کے ساتھ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کر سکے۔

انصار اللہ امریکہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس کو دعاؤں اور نگرانی کی ضرورت ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم دکھائے۔ اور صحیح لائنوں پر کام کرنے کی توفیق دے آمین۔

- کثرت کلام اور بڑائی کا خواہاں علم حاصل نہیں کرتا۔ عاجزی وانکساری اور اساتذہ کا احترام کرنے والا طالب علم کامیاب ہوتا ہے۔
- خاموشی سے بہتر کلام کی توفیق ملتی ہے۔ اور غور و فکر سے استنباط کی۔
- اپنے بھائی کو نصیحت رازداری سے کرو گے تو یہ خیرخواہی ہوگی۔ علانیہ تو اس کی رسوائی کا موجب ہے اور اس سے خیانت۔

(امام شافعی علیہ الرحمۃ)

بیرونی ممالک کی مجالس
انصار اللہ کی مساعی

نواں سالانہ اجتماع انصار اللہ

منعقدہ: ۲-۳ اخاء ۱۳۶۱ھ ش / اکتوبر ۱۹۸۲ء بمقام بنین مغربی افریقہ

دو روزہ نواں سالانہ اجتماع انصار اللہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق مورخہ ۲-۳ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو بمقام بنین منعقد ہوا جس میں پہلی مرتبہ نئے امیر اور مشنری انچارج مولانا محمد منور صاحب جو مجلس انصار اللہ نائیجیریا، فائیجر، ٹوگو اور بنین کے نائب صدر بھی ہیں نے شرکت فرمائی اور افتتاحی خطاب سے نوازا۔

پہلے روز پہلے اجلاس کی صدارت کے فرائض مکرم الحاج اے۔اے۔ آبی اولا (A.A. ABIOLA) صاحب نے سرانجام دیئے۔ مکرم مولوی ایم۔ اے قریشی صاحب کی تلاوت قرآن مجید سے اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت کے بعد نہایت سُریلی اور مسحور کُن آواز میں مکرم الحاج ایس ڈی اے احمد صاحب نے حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عربی نظم بعنوان قصیدہ کے اشعار پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد مکرم نائب صدر صاحب مجالس انصار اللہ نے انصار کا عہد دُہرایا اور افتتاحی خطاب سے نوازا۔

افتتاحی خطاب میں آپ نے اس امر پہ زور دیا کہ یہ الٰہی منصوبہ ہے کہ اس نے تمہیں بنی نوع انسان کی قیادت کے لیے چُن لیا ہے۔ لہٰذا اسے مدّنظر رکھ کر تم ہمیشہ پاکیزہ زندگی بسر کرو۔ دوسروں کے لئے تم نیک نمونہ ہو تاکہ تم خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر سکو۔

مکرم امیر صاحب نے اپنے قیمتی اور پُر از معارف افتتاحی خطاب کو پرسوز اجتماعی دُعاؤں سے اختتام پذیر ہوا۔

مکرم نائب صدر صاحب کے خطاب کے بعد زعیم اعلیٰ صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ مکرم الحاج A.B.I. KUKOYI صاحب زعیم اعلیٰ انصار اللہ نے مجالس کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ انہیں گذشتہ دسمبر جلسہ سالانہ کے موقع پر ربوہ جاکر مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آج خلیفۃ المسیح الرابع ہیں، کے حضور حاضر ہونے کا موقع ملا اور آپ سے براہِ راست مجالس انصار اللہ نائیجیریا وغیرہ کی موجودہ تنظیم کو بہتر بنانے کے لئے ہدایات حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مالی اُمور پر مجالس کی رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے مکرم الحاج KUKOYI صاحب نے الاندہ، آباد آن اور آجی جے کی مجالس کی تعریف کی جو اپنی کارکردگی کی ماہانہ رپورٹیں باقاعدگی کے ساتھ مرکز میں ارسال کرتی رہی ہیں۔ زعیم اعلیٰ صاحب کی رپورٹ کے بعد "برکات خلافت" - "اسلام ایک زندہ مذہب ہے" - "امام مہدی کی آمد" اور "کیا حضرت مسیح السلام صلیب پر فوت ہوئے تھے" کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔ جو سامعین نے نہایت دلچسپی سے سُنیں۔

اجلاس دوم

دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز زیر صدارت مکرم الحاج H. O. SANYAOLU صاحب نائب صدر جماعت احمدیہ نائیجیریا ہوا۔ مکرم زیڈ۔ اے۔ جنید صاحب نے تلاوت قرآن مجید کے بعد مکرم مولوی محمد اکرم صاحب نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد مجالس انصار اللہ ملک کی سالانہ رپورٹیں پڑھ کر سنائی گئیں۔

دوسرے روز یعنی ۳ر اکتوبر ۱۹۸۲ء کو صبح بیداری کے بعد تہجد کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ فجر کی نماز S. D. A. AHMAD صاحب نے پڑھائی۔ اور نماز کے بعد درس قرآن مجید مکرم A & A. M. A. SALMAN صاحب نے دیا۔

تیسرا اور آخری اجلاس

تیسرا اور آخری اجلاس مکرم نائب صدر صاحب مجلس انصار اللہ ملک کی صدارت میں شروع ہوا۔ مکرم مولوی صفی الرحمٰن صاحب خورشید نے تلاوت قرآن مجید کی۔ پھر مکرم نائب صدر صاحب نے خاموش دُعا کے ساتھ اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس اجلاس میں حسب ذیل موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔

۱۔ "شادی بیاہ کے معاملات اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں" ۔ (مکرم جناب معلم ایم ایم۔ جیبو صاحب)

۲۔ "احمدیت اور اس کے نقاد" (مکرم الحاج L. A. O. BALOGUN صاحب)

اس کے بعد الحاج سبین لو صاحب (SANYALOU) نے جماعت کے ایک اہم منصوبہ کے لیے چندہ کی اپیل کی جس پر ایک ہزار نائرا (NAIRA) کی رقم اُسی وقت اکٹھی ہو گئی۔ چندہ کی اپیل کے بعد تقسیم اسناد کی تقریب عمل میں آئی اور مکرم امیر صاحب و مشنری انچارج صاحب نے انعامات تقسیم کیے۔

اس کے بعد مکرم صاحب نے (جو اس اجلاس کی صدارت کے فرائض ادا کر رہے تھے۔) اپنے صدارتی خطاب سے نوازتے ہوئے بیان کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ہے جس نے محض اپنے فضل سے اس عاجز کو اس مُلک میں خدمت کے لئے بھیجا۔ آپ نے حاضرین کو بتایا کہ ان کو نائیجیریا وفد کے ساتھ مسجد بشارت سپین کی افتتاحی تقریب میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہمارا نائیجیریا جماعت کا وفد پاکستان اور لندن مشن کے بعد تعداد کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے وفد کو ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔ دوران ملاقات غیر از جماعت لوگوں کو تبلیغ کی ہدایت فرمائی۔ اس کے علاوہ ماہوار چندہ باقاعدہ بجٹ کے مطابق ادا کرنے کی تلقین کی۔

سپین کے چند واقعات بیان کرنے کے بعد مکرم امیر صاحب نے جملہ حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور بینن (BENIN) مشن جس نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین انتظامات سرانجام دیئے تھے، کا بھی شکریہ ادا کیا۔ اور اس طرح فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان نواں سالانہ اجتماع انصار اللہ اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس انصاراللہ نیورن برگ مغربی جرمنی کی مساعی

مکرم کوثر احمد صاحب باجوہ معتمد مجلس انصاراللہ نیورن برگ (مغربی جرمنی)

اجتماع مغربی جرمنی

مورخہ ۲۹ ، ۳۰ ، مئی ۱۹۸۲ء کو ہمبرگ میں مجالس انصاراللہ مغربی جرمنی کا اجتماع منعقد ہوا جس میں مجلس نیورن برگ کی نمائندگی عاجز نے کی۔

۱۔ محترم نائب صدر صاحب ملک کے ارشاد پر اس موقعہ پر اس عاجز نے سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پندرہ منٹ کی تقریر کی۔

۲۔ مجلس انصاراللہ نیورن برگ کی کارکردگی تا مئی ۱۹۸۲ء پیش کی گئی۔

۳۔ علمی مقابلہ جات اور تقریر میں اس عاجز نے پہلا انعام حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

لائبریری کا قیام

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ عرصہ زیر رپورٹ میں مجلس انصاراللہ نیورن برگ کے زیر اہتمام مجلس انصاراللہ ہل براؤن کی مدد سے لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں چھوٹی بڑی کتب کی تعداد حسب ذیل ہے :۔

۱۔ کتب اردو = ۷۵

۲۔ کتب انگریزی = ۶۵　　کل کتب :- ۱۴۰ عدد (یکصد چالیس عدد)

سنڈے تعلیم القرآن کلاس

جیسا کہ سابقہ رپورٹ میں ذکر کیا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ نیورن برگ کی مجلس عاملہ نے ابتدائی طور پر لفظی ترجمہ قرآن کریم کو سیکھنے کے لئے سنڈے کلاس کا اجراء کیا ہے۔ یہ عاجز بوجہ بیماری ۸ رجون سے ہسپتال میں داخل ہے۔ لیکن یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ سنڈے کلاس باقاعدگی سے جاری رہی۔ اور میرے بعد محترم شہزادہ قمرالدین صاحب مبشر اس کلاس کو پڑھاتے رہے۔ اور اس وقت تک پہلے پارہ کے چھ رکوع ترجمہ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ۔

خریداران رسالہ انصاراللہ

آخر اگست میں محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ نے اس عاجز کے ذمہ نمائندہ برائے رسالہ انصاراللہ علاقہ فرنکفورٹ مقرر فرمایا۔ الحمدللہ۔ باوجود بیماری کے اس وقت تک پانچ نئے خریدار بناکر اس سے مرکز کو اطلاع دی جاچکی ہے۔

شعبہ تحریک جدید

۲۹ رمضان المبارک کی دُعائیہ فہرست میں مجلس مقامی کے تین انصار اور دو خدام کے نام پیش کئے گئے۔

شعبہ اصلاح وارشاد

عرصہ زیر رپورٹ میں اٹھانوے افراد کو جرمن تعارفی پمفلٹ جس میں حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شبیہ مبارک ہے دیکھا کر پیغام حق پہنچایا گیا۔ زبانی گفتگو سے بھی ان کے جملہ سوالات کا جواب دیا گیا۔

اجلاسات عام

- عرصہ زیر رپورٹ میں چار اجلاسات عام منعقد ہوئے جن میں انصار کی حاضری ساٹھ سے اسی فیصد رہی۔
- عرصہ زیر رپورٹ میں دو اجتماعات بسلسلہ عیدین ہوئے۔ حاضری اسی فیصد رہی۔
- یوم خلافت منایا گیا۔ انصار کی حاضری ساٹھ فیصد رہی۔
- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے وصال پُر ملال پر مجلس انصاراللہ نیورن برگ کی طرف سے قرار دادِ تعزیت پاس کرکے بھجوائی گئی۔
- حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع کے انتخاب پر قرار دادِ تہنیت پاس کرکے بھجوائی گئی۔
- تمام انصار نے اپنا فارم تجدید بیعت پُر کرکے بھجوایا۔
- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی فرانکفورٹ آمد پر پانچ انصار حضرات نے حضور ایدہ الودود کی دستی بیعت کا بھی شرف حاصل کیا۔

آخر میں عرض ہے کہ یہ عاجز گذشتہ چار ماہ سے ہی ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ دو بڑے آپریشن کے ذریعہ سے سینہ کی دو ہڈیاں نکالی جاچکی ہیں۔ دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو محض اپنے خاص فضل سے ہر قسم کی جسمانی اور روحانی بیماریوں سے نجات دے۔ اور جس قدر بھی زندگی ہو۔ اسے نافع الناس اور وافر خدمتِ دین میں گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بچّوں کا صفحہ

ایک کہانی .... ایک پہیلی

(ایک عظیم بچّہ کا ایک ایمان افروز واقعہ)

پیارے بچّو! مجھے معلوم ہے کہ آپ کو قِصّے کہانیاں پڑھنے اور پہیلیاں سُننے کا بہت شوق ہوگا۔ آؤ مَیں آج آپ کو اپنے زمانے کا سچّا ایمان افروز واقعہ سناؤں۔ پھر آپ یہ پہیلی بوجھیں کہ وہ عظیم بچّہ کون تھا جس کے جواب نے ایک بزرگ عالِم کو حیران و لاجواب کر دیا؟

جماعتِ احمدیّہ کے ایک بزرگ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ جن کا ایک لقب "ایازِ محمود" بھی تھا۔ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"اس بچّہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ مَیں تازِیست نہ بھُولوں گا۔ ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ جبکہ حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ دھرمسالہ میں قیام پذیر تھے۔ اور جناب عبدالرحیم نیّر صاحب (رحمہ اللہ) بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک دن نیّر صاحب نے اپنے خاص لب و لہجہ کے ساتھ کہا کہ میاں! (؟) آپ نے ایک بات نہایت اچھّی کہی ہے۔ جس سے میرا دل بہت خوش ہوا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں آپ کو کچھ انعام دُوں۔ بتلائیں آپ کو کیا چیز پسند ہے؟

اس بچّہ نے جس کی عمر اس وقت ۱۰ ½ سال کی تھی برجستہ کہا کہ "اللہ" نیّر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔

مَیں نے کہا۔ نیّر صاحب! اگر طاقت ہے تو اَب میاں (.......؟) کی پسندیدہ چیز دیجئے۔ مگر آپ کیا دیں گے۔ اس چیز کے لئے تو آپ خود ان کے والد کے قدموں میں بیٹھے ہیں۔"

پیارے بچّو! اب بتایئے وہ عظیم بچّہ کون تھا اور اَب کیا ہے۔ اس کے باپ دادا کون تھے؟ مجھے یقین ہے کہ احمدی بچّے بڑے ذہین ہیں اور فوراً پہیلی بوجھ لیں گے۔ میری نصیحت و دُعا ہے کہ اس عظیم بچّہ کی طرح اللہ کو پانے کی خواہش رکھیں اور نیک اعمال بجا لا کر اپنے "اللہ" کے پیار کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ع۔ س۔ جسنی۔ ربوہ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا

ماہنامہ "انصاراللہ" کی توسیع اشاعت پر اظہارِ خوشنودی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کی اپنی تقریر مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۲ء میں ماہنامہ انصاراللہ کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

"ماہنامہ "انصاراللہ" کی اشاعت میں چند سال سے نمایاں اضافہ ہوا ہے چند سال پہلے اس کی اشاعت ۱۸۰۰ تھی اور امسال اس کی اشاعت چار ہزار ہے یعنی "الفضل" کے برابر۔"

گذشتہ سالانہ اجتماع انصاراللہ مرکزیہ کے موقع پر محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ مرکزیہ نے ماہنامہ "انصاراللہ" کی اشاعت پانچ ہزار تک پہنچانے کا ٹارگٹ مقرر فرمایا ہے۔ ناظمینِ اضلاع کو ان کے ضلع کا ٹارگٹ بھجوایا جا چکا ہے۔ میری درخواست ہے کہ مجالس اپنے اپنے ہاں ماہنامہ انصاراللہ کی بھرپور تحریک فرمائیں اور ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔ ہر پڑھا لکھا انصاراللہ کا رُکن ماہنامہ کو خود خریدے اور مطالعہ کرے۔

بچّوں کو بھی اس کا مطالعہ کروائیں علاوہ دیگر مضامین کے بچّوں کا اپنا صفحہ بھی اس رسالہ میں دیا جا رہا ہے۔

مینجر
ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ